طلوعِ اسلام

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

1998ء

اقبالؒ کا سال

اقبالؒ ہمارے نزدیک نہ کسی شاعر کا نام ہے، نہ کسی فلاسفر کا۔ اس سے مراد ایک ایسا صاحب بصیرت، مرد مسلمان ہے جس نے صدیوں کے بعد، اسلام کی ان اساسات کو، جو دشمنوں کی سازش اور ہماری جہالت کے ملبے کے نیچے دب چکی تھیں، پھر سے اجاگر کیا۔

علامہ اقبال کو غریق رحمت ہوئے 60 سال ہونے کو ہیں، 9 نومبر 1998ء کے دن قوم ان کی ساٹھویں برسی منائے گی۔ طلوع اسلام نے جسے علامہ اقبالؒ کی زندگی ہی میں "یوم اقبال" منانے کا شرف حاصل رہا ہے، سال 1998ء کو اقبالؒ کا سال قرار دیا ہے لہٰذا اقبالؒ کی پیش کردہ قرآنی فکر کو عوام تک پہنچانے کے لئے تحریک طلوع اسلام کا پلیٹ فارم اور مجلّہ طلوع اسلام کے صفحات ہر صاحب بصیرت کے لئے حاضر ہیں۔

چیرمین ادارہ طلوع اسلام

جنوری 1998ء

کامل مومن وہ ہے جو خوش اخلاق اور گھر والوں سے نرم سلوک کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

A perfect believer is that who is nice in behaviour and kind to his family members. (Tirmizi)

SHAHAB

QUALITY PISTON RINGS

THE ONLY MANUFACTURERS OF INTERNATIONAL QUALITY PISTON RINGS IN PAKISTAN.

MINIMIZE WEAR
RESTORE COMPRESSION
GET MORE POWER
CONTROL OIL

CALL US FOR THE EXCELLENT RECONDITIONING OF AUTOMOBILE ENGINES OF ALL KINDS.

M. SHAH MOHAMMAD & SONS (PVT.) LTD.
OUTSIDE PAK GATE, MULTAN, PAKISTAN
PHONE OFFICES: 545071, 75571, 539071-73
FACTORY 550171

مجلہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ماہنامہ لاہور

طلوع اسلام

جلد: 51 شمارہ: 1 جنوری 1998ء

خط و کتابت: ناظم ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)
25- بی گلبرگ۔ 2 لاہور 54660

Tele Off 876219 , 5753666, 5764484
Tele Res 6541521 M.Latif Chaudhery
Fax 92-42-5764484
Email tluislam@brain.net.pk
Internet http://www.toluislam.com

انتظامیہ چیئرمین: ایاز حسین انصاری

ناظم: محمد لطیف چوہدری

مدیر مسئول: محمد لطیف چوہدری

مجلس ادارت: ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

ناشر: عطا الرحمن ارائیں

طابع: سید فیصل سلیم

مطبع: آفتاب عالم پرنٹنگ پریس 15 ہسپتال روڈ لاہور

مقام اشاعت: B-25 گلبرگ 2 لاہور 54660

زر سالانہ

ایشیا' افریقہ' یورپ	600 روپے
آسٹریلیا' امریکہ' کینیڈا	800 روپے
اندرون ملک فی پرچہ	15 روپے
اندرون ملک سالانہ	170 روپے

فہرست مشمولات

لمعات (اداریہ)	ادارہ	2
روزہ کے احکام	علامہ غلام احمد پرویزؒ	7
مشرکین حرم کعبہ میں داخل نہ ہوں	علامہ رحمت اللہ طارق	12
سیاسی عدم استحکام	سید انعام الحق	19
استفسارات	ایاز حسین انصاری	24
اقبال اور وحدت ملت	احمد حسین قیصرانی	36
گولڈن جوبلی	آفتاب عروج	40
غلام احمد پرویز کے افکار پر ایک نظر	علی محمد چدھڑ	47
چیونٹی	محمد عصمت ابو سلیم	52
کہانی بچوں کے لئے	سعدیہ ظفر	64

WELCOME 1998

قارئین کو یہ دیکھ کر خوشی ہوگی کہ مجلہ طلوع اسلام اپنے دور ثانی سے پاکستان کے ساتھ قدم بقدم چل رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

1- سال نو 1998

1998ء کی آمد آمد ہے۔ کس منہ سے سال نو کی مبارک باد پیش کریں۔ مملکت پاکستان اور ملت پاکستان دونوں اپنی تاریخ کے شدید ترین بحران سے دو چار ہیں۔ عدم تحفظ کا عمومی احساس' خوف و ہراس' عزت و عصمت کی بے حرمتی' نفس انسانی کی بے بضاعتی' کمر توڑ مہنگائی' قتل و غارت گری' لاقانونیت' اسلحہ کی فراوانی' خون انسان کی ارزانی۔ اس قدر عام ہو گئی ہے کہ اپنے گھر اور چار دیواری میں بھی کوئی شخص خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔

1997ء کے ڈوبتے سورج نے ملک و قوم کو ایسے بحرانوں سے دو چار دیکھا جن سے رہی سہی ہمت بھی جواب دینے لگی۔ کہیں معاشی بحران کا تذکرہ ہے تو کہیں آئینی بحرانوں کا واویلا۔ لیڈر تو لیڈر' منصفین تک ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار دکھائی دیئے۔ ایوان صدر سے عدالت عالیہ تک کا تقدس پامال ہوا۔ صدر مملکت کنارہ کش ہوئے۔ چیف جسٹس کو معطل کر دیا گیا۔ وزیر اعظم پر توہین عدالت کا الزام ہے احتساب کا عمل اب تقریباً" ٹھپ ہو چکا ہے۔ کالا باغ ڈیم قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ جنرل ضیا الحق کے نزدیک مشکلات کا حل اسلام تھا۔ اسلام کو انہوں نے اپنے ساتھ لازم و ملزوم قرار دے کر حکمرانی کے گیارہ سال گزار لئے۔ موجودہ وزیر اعظم صاحب کے نزدیک قوم کی بدحالی دور کرنے کا واحد حل "موٹر وے" (Motor Way) ہے لہٰذا موٹر وے کا منصوبہ مکمل کرنے کے لئے وزارت عظمٰی کا بوجھ انہیں تادیر اٹھانا پڑے گا۔ اس کے بعد کوئی اور منصوبہ کسی اور کی راہ تک رہا ہو گا۔کون نہیں جانتا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے جسے اپنی بنجر زمین آباد کرنے کے لئے وافر مقدار میں پانی اور اپنی زرعی صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے توانائی کی ضرورت ہے۔ موٹر وے (Motor Way) سے کچھ زر مبادلہ تو ہو سکتا ہے حاصل ہو جائے لیکن اناج کے لئے ہمیں غیروں ہی کے سامنے جھولی پھیلانا ہو گی۔ بہرحال رموز مملکت خویش خسرواں دانند ہم رونا رو رہے تھے ملک میں پھیلی ہوئی لاقانونیت اور اخلاقی دیوالئے پن کا جو آکاس بیل کی طرح ہر شعبہ زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اور جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی صورت بظاہر دکھائی نہیں دے رہی۔

پاکستان ٹیلی ویژن حکومت پاکستان کی تحویل میں ہے اور اس اعتبار سے یہ ایک سرکاری ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نیشنل نیوز اور قومی رابطے کے پروگراموں میں انتہائی مہلک اور جدید ترین خود کار اسلحہ پکڑتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ ہیروئین اور نشے کے انبار قبضے میں لئے جاتے ہیں۔ بینک ڈکیتی اب روز مرہ کا معمول بن گئی ہے اور پولیس کا رویہ اس قدر ناگفتہ بہ ہو گیا ہے کہ اس کی مثال پہلے کبھی سننے اور دیکھنے میں نہیں آئی۔

عوام جو کبھی آمریت اور کبھی جمہوریت کی پناہوں میں عافیت ڈھونڈتے ہیں' اس درجہ مایوسی کا شکار

ہونے لگے ہیں کہ (خام دہن) ملک ٹوٹنے یا باقی نہ رہنے کی باتیں کرنے لگے ہیں' کوئی غیر ملکی تسلط کی باتیں کر رہا ہے' کوئی مارشل لاء کی پیش گوئی کر رہا ہے اور کوئی قیام پاکستان کو ہی کوس رہا ہے۔

یہ سب کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ ہم کس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں؟ ہم نے 50 سال میں کئی تجربے کئے۔ گورنر راج دیکھا۔ صدارتی حکومت دیکھی۔ مارشل لاء دیکھا' آمریت دیکھی' جمہوریت دیکھی' نہ چین وہاں ملا نہ سکون یہاں دیکھا۔ سب کی بات سنی' سب کا کہا مانا' سب ہی ذائقے چکھے اور جہاں تھے وہیں کھڑے نظر آئے' بلکہ لحظہ بہ لحظہ مراجعت ہی دیکھی۔ ذلت اور پستی ہی دیکھی۔ جدھر نگاہ اٹھی دکھ ہی دکھ پایا۔

دوسری طرف ہماری مذہبی پیشوائیت کے وہ تجربے ہیں جو اصلاح احوال کے لئے سیاسی قلابازیوں کے ساتھ 50 سال کے عرصہ میں اس ملک میں دہرائے جاتے رہے ہیں۔ ان میں اسلامی شریعت' اسلامی نظام' دین حکومت الیہ' نظام مصطفےٰ اور نفاذ شریعت کی تحریکیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بات شریعت کی ہو یا دوسرے قوانین کی انسانی سوچ کا دھارا' نہ مفاد پرستیوں سے بلند ہو پایا ہے نہ فرقہ بندیوں سے ماوراء ہو سکا ہے یہی وجہ ہے کہ اب تک اسلام کے نام پر چلائی جانے والی کوئی بھی تحریک کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھ پائی ہے اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ بھی اس بنیاد پر قائم ہونے والی کوئی بھی تحریک انسان اور عوامی مسائل کا مستقل حل کبھی پیش نہیں کر سکے گی۔

"طلوع اسلام" کا موقف یہ ہے کہ لاریب اسلام میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور جب حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے تو حکومت بھی اللہ کے قوانین' یعنی قرآن کریم کی ہو گی' انسانی قوانین کی نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ قوانین آمرانہ ہوں' بادشاہی ہوں' صدارتی ہوں' پارلیمانی ہوں' جمہوری ہوں یا کسی بھی نوعیت کے کیوں نہ ہوں۔ وہ قطعاً" غیر قرآنی' غیر اسلامی ہوں گے اور اللہ کے قانون کے مقابلے میں ان کی اطاعت شرک ہو گی۔

اس موقف کے اعادہ کے بعد ہم ملت پاکستان سے پھر یہ کہنا چاہیں گے کہ موجودہ صورت حال کتنی ہی مایوس کن سہی' لیکن امید کی کرن ہنوز باقی ہے' ابھی مہلت کا وقت ختم نہیں ہوا ہے۔ اگر ہم اب بھی قرآنی اقدار کی طرف لوٹ آئیں تو دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار سکتے ہیں۔ علامہ پرویزؒ صاحب الفاظ میں :-

"کرنے کا کام یہ ہے کہ یہاں کے نظام معاشرہ کو قرآنی اقدار کے تابع لے آیا جائے اس سے نہ صرف یہ کہ مملکت ہر قسم کے خطرے سے محفوظ ہو جائے گی بلکہ عزت و ثروت کے اس مقام بلند پر پہنچ جائے گی' جہاں سے انسان اپنے مقدر کے ستارے جھک کر دیکھا کرتا ہے' لیکن ان سے اعراض برتا گیا تو ہماری تباہی یقینی ہے۔ یہی خدا کی سنت مستمرہ ہے **ولن تجد لسنة الله تبديلا** اور سنت اللہ کبھی بدلا نہیں کرتی۔" (علامہ پرویزؒ' پمفلٹ قومیں کیوں تباہ ہوئی ہیں)

2۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

ہمارے نزدیک اقبالؒ نہ کسی شاعر کا نام ہے، نہ فلاسفر کا۔ اس سے مراد ایک ایسا صاحب بصیرت، مرد مسلمان ہے جس نے صدیوں کے بعد، اسلام کی ان اساسات کو، جو دشمنوں کی سازش اور ہماری جہالت کے ملبے کے نیچے دب چکی تھیں، پھر سے اجاگر کیا۔ اس میں سب سے نمایاں حیثیت، اسلام کے نظریہ، قومیت کو حاصل تھی۔ اس نے بتایا کہ مسلمانوں کا، نسل یا وطن کے اختلاف یا تفریق کی بنا پر، مختلف قوموں میں بٹ جانا، اسلام کی اصل و حقیقت کو اس کی جڑ بنیاد سے کاٹ دیتا ہے۔ اسلام، وحدت امت کا نام ہے جس کی تشکیل دین کے اشتراک سے ہوتی ہے اور یہ وحدت امت بھی درحقیقت وحدت انسانیہ کے عالمگیر پروگرام کے لئے قدم اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وحدت امت کے اس نظریہ کے سیاسی مضمرات بھی ہیں۔ لیکن اقبال نے اسے اولاً" و اساساً" دین کے بنیادی تقاضا کی حیثیت ہی سے پیش کیا تھا۔ اسی لئے اس نے نظریہ وطنیت کے متعلق برملا کہا تھا کہ --- جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔ اور قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے --- وہ مختلف قومیتوں میں بٹے ہوئے ممالک اسلامیہ کو وحدت امت کی لڑی میں پرونا چاہتا تھا تو اس سے بنیادی مقصد یہ تھا کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اور ظاہر ہے کہ "حرم کی پاسبانی" سے مقصد نفس اسلام کا تحفظ و استحکام ہی ہے۔ لیکن غیر مسلم ممالک و اقوام بالخصوص یورپ کو اس نظریہ میں جو سیاسی خطرات مضمر نظر آتے تھے ان کی وجہ سے، ان کی طرف سے اس کی مخالفت، فطری اور لابدی تھی --- ایک، نظریہ قومیت ہی نہیں۔ انہیں تو حقیقی اسلام کے ہر اساسی نظریہ کے احیاء میں اپنی موت دکھائی دیتی تھی۔ چنانچہ اقبالؒ کے پیش کردہ اس نظریہ کی ہر محاذ سے مخالفت ہوئی۔ حتیٰ کہ انگلستان کا (بظاہر) اہل علم طبقہ بھی اس پر اعتراض کرنے سے باز نہ رہا۔ علامہ اقبالؒ نے پروفیسر نکلسن کے خط کے جواب میں جو مکتوب بھیجا اس سے واضح ہے کہ اس نظریہ کی کس کس انداز سے مخالفت ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ :۔

> اسلام ہمیشہ رنگ و نسل کے عقیدے کا جو انسانیت کے نصب العین کی راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں ہے، نہایت کامیاب حریف رہا ہے۔ رینان کا یہ خیال غلط ہے کہ سائنس، اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ دراصل اسلام، بلکہ کائنات انسانیت کا سب سے بڑا دشمن رنگ و نسل کا عقیدہ ہے اور جو لوگ نوع انسان سے محبت رکھتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ ابلیس کی اس اختراع کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔

اس کے بعد حضرت علامہؒ نے پروفیسر نکلسن کو بتایا کہ وہ وحدت انسانیہ کے اس عظیم پروگرام کی ابتداء مسلمانوں سے کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مغرب کے سیاسی اغراض، اس بلند نصب العین کو پنپتا کب دیکھ سکتے

تھے ؟ انہوں نے مخالفت کی اور بہت سخت کی۔ تحریک پاکستان کے دوران بھارت کی ہمنوائی میں ' مغرب کے نظریہ قومیت کے موئید نیشنلسٹ علماء کے نمائندہ مولانا حسین احمد مدنی (مرحوم) کو سمجھاتے ہوئے کہ اس نظریہ سے اقوام مغرب کے پیش نظر کیا ہے ' انہوں نے لکھا۔

> مجھے یورپین مصنفوں کی تحریروں سے ابتداء ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی کہ یورپ کی ملوکانہ اغراض اس امت کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدت دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں افرنگی نظریہ وطنیت کی اشاعت کی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہ تدبیر (پہلی) جنگ عظیم میں کامیاب بھی ہو گئی۔

نیشنلزم کے حامیوں کے علاوہ اقبال" کا پیش کردہ اسلامی نظریہ وحدت امت' قادیانیوں پر بھی سخت گراں گزرتا تھا۔ وطن کو معیار قومیت قرار دینے سے تو ان میں اور مسلمانوں میں کوئی خط امتیاز نہیں کھنچتا تھا۔ یہ سب ایک ہی قوم کے افراد قرار پاتے ہیں۔ لیکن ایمان کو معیار قومیت قرار دینے کا مطلب یہ تھا کہ یا تو وہ مرزا غلام احمد کی امامت کو چھوڑ کر' امت محمدیہ میں شامل ہوں' یا اپنی جداگانہ امامت کی بنا پر' مسلمانوں سے الگ قوم قرار پائیں۔ اسی حقیقت کو علامہ اقبال" نے مولانا حسین احمد مدنی (مرحوم) کو مخاطب کر کے ان الفاظ میں واضح کیا تھا کہ:۔

> حقیقت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد یا ان کے دیگر ہم خیالوں کے افکار میں نظریہ وطنیت ایک معنی میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو قادیانی افکار میں '' انکار خاتمیت " کا نظریہ وطنیت کے حامی بالفاظ دیگر یہ کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے، کہ وقت کی مجبوریوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر اج، اس حیثیت کے علاوہ جس کو قانون الٰہی ابدالاباد تک متعین و متشکل کر چکا ہے کوئی اور حیثیت بھی اختیار کرے۔ جس طرح قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کی اختراع سے قادیانی افکار کو ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس کی انتہا نبوت محمدیہ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار ہے' بعینہ اسی طرح وطنیت کا نظریہ بھی امت مسلمہ کی بنیادی سیاست کے کامل ہونے سے انکار کی راہ کھول دیتا ہے۔

یعنی (غیر منقسم) ہندوستان میں' انگریز اور ہندو کے علاوہ نیشنلسٹ مسلمان اور قادیانی سب اقبال" کے پیش کردہ نظریہ کی مخالفت میں متحد تھے۔ ان کے علاوہ' کیمونسٹوں (یا سوشلزم کے حامیوں) کی طرف سے بھی اس نظریہ کی سخت مخالفت' ہوتی تھی۔ ان کی مخالفت کی وجہ ایک اور بھی تھی۔ کیمونزم (یا سوشلزم) ایک معاشی پروگرام ہی نہیں۔ وہ درحقیقت ایک فلسفہ زندگی، اور نظام حیات ہے جو اسلام کے فلسفہ زندگی اور نظام حیات کی ضد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود مغرب کے بالغ نظر مفکرین' کیمونزم کو ایک مذہب قرار دیتے ہیں۔ اسلام کی طرح' کیمونزم بھی اپنے نظریہ زندگی کے اشتراک کی بنیادوں پر ایک جداگانہ قوم کی تشکیل چاہتا ہے جسے وہ سر دست (Community) کہہ کر پکارتے ہیں۔ چونکہ اسلام اور سوشلزم کا معیار قومیت بھی ایک دوسرے کی ضد ہے' اور اس لحاظ سے یہ ایک دوسرے کے حریف ہیں۔ اس لئے سوشلسٹ بھی فکر و پیام اقبال کے سخت مخالف تھے (اور ہیں)

پاکستان وجود میں آگیا تو' نظریہ پاکستان (یا اقبال کے پیش، کردہ فکر اسلامی) کے یہ سب مخالفین ہجوم کر

کے ادھر آگئے۔ یہاں آنے کے بعد، ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے انداز سے یہ مہم شروع کر دی کہ کسی نہ کسی طرح، پاکستان میں اقبال" کو ختم کر دیا جائے۔ جس طرح ہر باطل کی ٹیکنیک یہ ہوتی ہے کہ وہ حق کے نام پر اپنے باطل نظریات کو عام کرتا ہے۔ اسی طرح، فکر اقبال" کے ان مخالفین نے حربہ یہ اختیار کیا کہ خود اقبالین بن کر، پہلے تو فکر اقبال کو مسخ کیا جائے اور پھر اسے ختم ہی کر دیا جائے۔ آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ تشکیل، پاکستان کے بعد بالعموم، اور گزشتہ دو تین سالوں سے بالخصوص، جس تیزی کے ساتھ مزار، قبریں، خانقاہیں، بھنگی، چرسی، چمٹے بجانے والے، عرسوں پر ناچنے والے نمودار ہوئے ہیں۔ اسی سرعت کے ساتھ اقبال" کے نام پر مجلسیں، محفلیں، انجمنیں، ادارے، وجود میں آرہے ہیں۔ اول الذکر سے مقصود، اقبال" کی اس تنذیر (Warning) کو نگاہوں سے اوجھل کرنا ہے جس کی رو سے اس نے کہا تھا کہ یہ ابلیس کا خاص حربہ ہے کہ:۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

اور ثانی الزکر سے مطلوب یہ ہے کہ فکر اقبال" کی تصویر کے نیچے "عقیدتمندی" کے پردے میں ایسی شمعیں روشن کی جائیں جن کے دھوئیں سے اولا" وہ تصویر دھندلی ہوتی جائے اور بالاخر اس کے نیچے دب کر رہ جائے۔

اندریں حالات اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ فکر اقبال" کو قرآن حکیم کی روشنی میں عام کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے نہ کوئی ایک دن مناسب تھا نہ کوئی ایک شمارہ کافی ہوتا چنانچہ تحریک طلوع اسلام نے، جسے علامہ اقبال" کی زندگی میں "اقبال ڈے" منانے کا شرف حاصل رہا ہے، فیصلہ کیا ہے کہ 1998ء اقبال" کے نام کر دیا جائے اور دنیا بھر کے اہل فکر و نظر کو دعوت دی جائے کہ وہ مناسب سمجھیں تو اقبال" کی فکر کو نوجوان نسل تک پہنچانے میں ہماری مدد فرمائیں۔ تحریک طلوع اسلام کا پلیٹ فارم اور مجلہ طلوع اسلام کے صفحات دانشوران قوم کے خطابات اور رشحات قلم کے لئے حاضر ہیں۔

آپ طلوع اسلام کی مدد کیسے کر سکتے ہیں؟

☆۔ اپنے احباب کو طلوع اسلام کا خریدار بنایئے

☆۔ اپنے شہر میں طلوع اسلام کی ایجنسی قائم کیجئے

☆۔ کسی مقامی ایجنٹ کو تیار کیجئے کہ وہ طلوع اسلام کا لٹریچر منگائے

ممکن ہو تو اپنے علاقے سے طلوع اسلام کے لئے اشتہار مہیا کیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویزؒ

روزہ کے احکام

چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ قریب آرہا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ (معمول کے مطابق) قرآن کی رو سے روزے کے احکام مختصر الفاظ میں بیان کر دیئے جائیں۔ یہ احکام سورہ بقرہ میں آئے ہیں۔ متعلقہ آیات یہ ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (2/183)۔ "اے پیروان دعوت ایمانی! جس طرح تم سے پچھلی قوموں پر روزہ فرض کیا گیا تھا۔ اسی طرح تم پر بھی روزہ فرض کر دیا گیا ہے تاکہ تم قانون خداوندی کی نگہداشت کر سکو"۔

أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ط "یہ روزے چند گنے ہوئے دنوں کے ہیں"۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط "پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر گنتی پوری کر دے"۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ط "اور جو لوگ بدشواری روزہ رکھ سکیں ان کے لئے روزہ کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا کافی ہے"۔

"**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ** ___ روزے رمضان کے مہینے کے ہیں جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے"۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط **وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ** ط (2/183-185)۔ "لہذا تم میں سے جو کوئی اس مہینہ میں اپنے گھر پر موجود ہو تو اسے اس مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو ___ تو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے"۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص **ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ** ج (2/187)۔ "اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے متمیز ہو جائے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو"۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ط (2/187)۔ "اور تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے اختلاط حلال کیا گیا ہے"۔

ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ:

1- روزے رمضان کے مہینے کے ہیں (تین دن یا نو دن کے نہیں بلکہ پورے مہینے کے)

2- روزے میں، اس وقت سے لے کر جب صبح کی سفیدی نمودار ہو جائے، دن کے ختم ہونے تک کھانا پینا اور بیوی سے اختلاط منع ہے۔

3- روزے اس کیلئے ہیں کہ جو اس مہینہ میں

اپنے گھر پر موجود ہو اور تندرست ہو۔ مریض تندرست ہونے پر اور مسافر سفر سے واپسی پر دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر گنتی پوری کر دے۔

4- اب ایک شکل اور باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ ایک شخص (عام عرفی معنوں میں) نہ تو بیمار ہے اور نہ مسافر ہے۔ لیکن کسی وجہ سے اسے روزے رکھنے دشوار ہیں۔ مثلاً ایک بوڑھا آدمی اپنے گھر پر موجود ہے اور مریض بھی نہیں لیکن بڑھاپے کی وجہ سے کمزور اتنا ہے کہ بمشکل روزہ رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر گنتی پوری کر دے۔ ایسے لوگوں کا حکم، شق نمبر 4 میں بیان کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ ایسے ہوں کہ بمشکل روزہ رکھ سکتے ہیں انہیں اپنے آپ کو دشواری میں ڈالنے کی ضرورت نہیں وہ روزہ کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

غور فرمایئے! اوپر کی چاروں شقوں میں ہر قسم کے حالات جمع ہو گئے ہیں اور یہی احکام کی جامعیت کا تقاضا تھا۔

ہم نے **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ**' کا ترجمہ-- وہ لوگ جو بدشواری روزہ رکھ سکیں--- کیا ہے۔ حالانکہ اس کا عام ترجمہ-- اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں---- کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس ترجمہ کی رو سے مطلب یہ ہو گا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ وہ تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور جن میں روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ ہو وہ روزے رکھا کریں۔ حالانکہ قرآن کا منشاء یہ نہیں ہو سکتا۔

بات یہ ہے کہ لفظ "طاقت" کا جو مفہوم ہمارے ہاں اردو میں رائج ہے وہ اس سے مختلف ہے جو عربی زبان میں اس کا مفہوم ہوتا ہے۔ ہمارے مترجمین نے عربی کے لفظ 'طاقت' کا ترجمہ اردو کے لفظ "طاقت" سے کر دیا۔ ان دونوں زبانوں کے مفہوم میں جو فرق تھا اسے نظر انداز کر گئے۔ عربی زبان میں اس لفظ کا کیا مفہوم ہوتا ہے۔ اس کے لئے عربی زبان کی لغات دیکھئے۔ محیط المحیط جلد دوم ص 1304 میں ہے۔

"طاقت کے معنی کسی چیز پر قدرت رکھنا ہیں۔ لیکن یہ قدرت کی ایسی مقدار کو کہتے ہیں کہ جسے انسان بمشقت کر سکتا ہے۔ دراصل یہ لفظ اس طوق سے ماخوذ ہے جو کسی چیز کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے۔ **لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ** کے معنی یہ نہیں کہ جس کی ہمیں قدرت نہ ہو بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کا بجا لانا ہمیں دشوار ہو"۔

اس طرح عربی کی مشہور لغت لسان العرب ص 103 جلد 12 میں ہے کہ

"طاقت قدرت کی اس مقدار کا نام ہے جو کسی انسان کے لئے بہ مشقت کرنا ممکن ہو"۔

مفتی محمد عبدہ' اپنی تفسیر المنار ص 155 جلد نمبر 2 میں فرماتے ہیں۔

"اطاقتہ دراصل مکنت اور قدرت کے بالکل ادنیٰ درجہ کا نام ہے۔ چنانچہ عرب اطاقت الشیئی صرف اس وقت کہتے ہیں جب اس کی قدرت نہایت ہی ضعیف ہو۔ یعنی بدشواری اسے برداشت کر سکتا ہو۔ چنانچہ یطیقونہ' سے مراد بوڑھے' ضعیف اور اپاہج لوگ ہیں جن کے اعذار کے دور ہو جانے کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اور وہ لوگ ہیں جو ان

ہی کی طرح معذور ہیں یعنی ایسے کام کاج کرنے والے لوگ جن کی معاش خدا نے پرمشقت کاموں میں رکھ دی ہے۔ اسی بنا پر امام راغب نے لکھا ہے کہ طاقت قدرت کی اس مقدار کا نام ہے جس کا کرنا انسان کے لئے بمشقت ممکن ہو"۔

اس کی تائید تفسیر کشاف سے بھی ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ :-

"طاقتہ کے مفہوم میں وہ کام آتے ہیں جنہیں بہ تکلیف یا بہ مشقت کیا جا سکے اور وعلی الذین یطیقونہ' سے مراد بوڑھے' مرد اور بوڑھی عورتیں ہیں۔ جن کے لئے روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کا حکم ہے چنانچہ اسی بناء پر یہ آیت ثابت ہے منسوخ نہیں ہے"۔ (تفسیر کشاف ص 255 جلد نمبر1)

تفسیر روح المعانی میں ہے۔

"عربی زبان میں الوسع کا لفظ اس قدرت کا نام ہے جو سہولت کے ساتھ ہو اور طاقتہ کا لفظ اس قدرت کا نام ہے جو شدت اور مشقت کے ساتھ ہو۔ لہذا (آیہ زیر نظر) کے معنی یہ ہوں گے اور ان لوگوں پر جو شدت اور مشقت کے ساتھ روزہ رکھ سکتے ہیں ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے"----- (روح المعانی ص 59 جلد نمبر2)

تصریحات بالا سے آپ نے دیکھ لیا کہ عربی زبان میں لفظ "طاقتہ" کا مفہوم کیا ہے اور اس بنا پر وعلی الذین یطیقون' کا ترجمہ--- اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں--- کر دینا کس قدر غلط فہمیوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کا ترجمہ--- اور جو لوگ بدشواری روزہ رکھ سکیں-- کیا ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک اصول بیان کر دیتا ہے اور اسے امت کے اجتماعی نظام پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اس کی جزئیات خود متعین کر لے۔ چنانچہ علی الذین یطیقونہ'میں بھی یہی اسلوب اجتماعی اختیار کیا گیا ہے۔ یہاں ایک اصول بیان کر دیا گیا ہے اور اس کی تفصیلات خود بیان نہیں کیں (کہ وہ لوگ کون ہیں جو بہ مشقت روزہ رکھ سکتے ہیں) اس کی تفاصیل پہلے بھی متعین کی جا چکی ہیں اور ان پر اب بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی کی کتاب "جامع احکام القرآن" ص 268-269 جلد نمبر2 میں ہے کہ :

"تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں جو روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے یا شدید مشقت کے ساتھ طاقت رکھتے ہیں۔ ان کیلئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ ایسے لوگوں کے ذمے کیا ہے؟ چنانچہ امام ربیعؒ اور امام مالکؒ نے کہا ہے کہ ان کے ذمے کچھ بھی نہیں ہے۔ البتہ امام مالکؒ نے کہا ہے کہ اگر یہ لوگ روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے اور حضرت انسؓ' ابن عباسؓ' قیس بن السائب اور ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے ذمہ فدیہ ہے۔ امام شافعیؒ اور اصحاب الرائے (حنیفہ) امام احمد اور امام اسحٰقؒ کا قول بھی یہی ہے۔ نیز ابن عباسؓ کی روائت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ام ولد سے فرمایا جو حاملہ تھی یا بچہ کو دودھ پلا رہی تھی کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو بمشقت روزے رکھ سکتے ہیں۔ لہذا تیرے ذمے فدیہ ہے قضا نہیں"۔

مفتی سید محمد عبدہ' نے اور بھی اضافہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

"الذین یطیقونہ' سے یہاں مراد بوڑھے' ضعیف

اور اپاہج لوگ ہیں جن کے اعذار کے دور ہو جانے کی امید نہیں ہوتی۔ ایسے ہی وہ لوگ بھی ان کے زمرے میں شمار ہونگے جو مزدور پیشہ ہوں جن کی معاش خدا نے پرمشقت کاموں میں رکھ دی ہے۔ مثلاً کانوں سے کوئلہ نکالنے والے اور وہ مجرم جن سے قید خانوں میں مشقت کے کام لئے جاتے ہیں اور جن پر روزہ رکھنا گراں ہو۔۔۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن پر کسی ایسی وجہ سے جن کے دور ہو جانے کی کوئی امید نہ ہو۔ روزہ رکھنا گراں گذرتا ہو جیسے بڑھاپا۔ اور پیدائشی کمزوری اور ہمیشہ محنت کے کاموں میں مشغولیت اور پرانی بیماری جس کے اچھا ہونے کی امید نہ ہو۔ ایسے ہی وہ شخص جس کی مشقت کا سبب ہوتا رہتا ہے جیسے حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت۔ ان سب لوگوں کیلئے جائز ہے کہ وہ روزہ کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ اتنا کھانا جو ایک اوسط درجے کی خوراک کے آدمی کا پیٹ بھر سکے"۔ (تفسیر المنار ص 155-157 جلد نمبر 2)

ان تفاصیل سے حسب ذیل فہرست مرتب ہو جاتی ہے:

1- بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت
2- حاملہ عورتیں
3- دودھ پلانے والی عورتیں
4- اپاہج اور معذور لوگ
5- پرانی بیماریوں والے جن کے اچھا ہونے کی امید نہ رہے اور وہ ان کی وجہ سے روزہ مشقت رکھ سکیں۔
6- ایسے کمزور لوگ جو خلقی اور پیدائشی طور پر (Constitutionaily) کمزور پیدا ہوئے ہوں۔
7- وہ مزدوری پیشہ لوگ جن کی معاش ہمیشہ پرمشقت کاموں میں ہوتی ہے مثلاً کانوں میں کام کرنے والے کارخانوں میں کام کرنے والے یا رکشہ چلانے والے۔
8- وہ مجرم جن سے جیل میں مشقت کے کام لئے جاتے ہوں۔

یہ فہرست جامع اور مانع نہیں۔ بحالات موجودہ اپنے اپنے حالات کے مطابق اس میں اضافہ ہو سکتا ہے، اصول یہی ہے کہ جو شخص بہ مشقت روزہ رکھ سکے وہ روزہ نہ رکھے۔

یہ ہیں روزوں کے متعلق مختصر الفاظ میں قرآن کے احکام۔ ان آیات کو آپ خود بھی قرآن کریم میں دیکھ لیں۔ (یعنی سورۂ بقرہ آیات نمبر 183 تا 188)

ادارہ کا اکاونٹ نمبر

3082-7

نیشنل بینک مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

PAMPHLETS -- پمفلٹ

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس بحساب ایک روپیہ فی پمفلٹ' علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

1۔ دنیا نظام محمدیؐ کے لئے بیتاب ہے
2۔ اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
3۔ اسلامک آئیڈیالوجی
4۔ الصلوۃ
5۔ تحریک طلوع اسلام کا مقصد و مسلک
6۔ الزکوۃ
7۔ فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں
8۔ کافر گری
9۔ کیا اسلام ایک چلا ہوا کارتوس ہے
10۔ مرض۔ تشخص اور علاج
11۔ ہندو کیا ہے
12۔ جہاں مارکس ناکام رہ گیا
13۔ عورت قرآن کے آئینے میں
14۔ وحدت ملت
15۔ مقام محمدیؐ
16۔ سوچا کرو
17۔ ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
18۔ اندھے کی لکڑی
19۔ احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
20۔ ISLAMIC IDEOLOGY
21۔ رحمت اللعالمین
22۔ آرٹ اور اسلام
23۔ Is Islam A Failure
24۔ مرزائیت اور طلوع اسلام
25۔ عالمگیر افسانے
26۔ دعوت پرویز کیا ہے ؟
27۔ اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے
28۔ کیا قائد اعظم پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔
29۔ Why Is Islam The Only True Deen

(سرکولیشن مینجر۔ ماہنامہ طلوع اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ رحمت اللہ طارق

مشرکین۔ حریم کعبہ میں داخل نہ ہوں

(کیا ملیچھ اور پوتر کا اسلام میں تصور ہے)

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا

حقیقت یہ ہے کہ مشرک نجس ہیں اس برس (یعنی 9 ہجری) کے بعد مسجد الحرام کے نزدیک نہ پھٹکیں
(توبہ' 28)

وجہ اعتراض

یہ ہے کہ اس آیت کی ابتداء حرف "انما" سے ہوئی ہے جو مشرکوں کو بول و براز اور خنزیر کی طرح نجس ٹھہراتی ہے جس سے ملیچھ کا تصور اجاگر ہو کر انسان کو "پوتر" اور "ملیچھ" کے دھڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے جو خود قرآن حکیم کی عمومی پالیسی کے منافی ہے۔

قول فیصل

جس "ممانعت" کی ابتداء حرف "انما" سے کی گئی ہے اس کی اثر آفرینی مسلم لیکن یہی حرف بساء اوقات حصر برائے مبالغہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس کا ادبی مفہوم زیادہ سے زیادہ پرہیز کا احساس دلانے کے لئے ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ ہی "نجاست" کی حقیقت معلوم کیجئے کہ وہ دو طرح کی ہے۔ امام راغب (1108م) لکھتے ہیں۔

ایک نجاست وہ ہے جو جسم دار ہو اور محسوس کی جا سکتی ہو مثلاً" ہاتھ لگانے سے پتہ چلے کہ جسم دار چیز کو مس کیا گیا ہے۔ دوسری نجاست وہ ہے جو محسوس نہ کی جا سکتی ہو یعنے وجود نہ رکھتی ہو" ادراک" اور بصیرت سے معلوم ہو سکتی ہو۔ قرآن پاک میں اہل شرک کو اسی دوسرے مفہوم میں "نجس" کہا گیا ہے۔
(مفردات طبع دار الفکر بیروت صفحہ 503

راغب کی یہ تحلیل "اسوہ رسولؐ" کے بالکل ہم آہنگ ہے کہ یہاں "نجاست" سے جسمی نہیں قلبی نجاست مراد ہے کہ وحی قرآن کے نزدیک انسان پلید نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ "حدیبیہ" کے دوسرے ہی سال مکہ جب فتح ہوا تو قرآن پاک نے پہلی فرصت میں یہ پالیسی عطا فرمائی کہ **من دخله کان آمنا** جو مشرک بھی حریم کعبہ میں داخل ہوا امان میں آگیا (عمران' 97)

اب مشرک اگر بول و براز اور خنزیر کی طرح ناپاک اور نجس ہوتے تو انہیں دخول حرم کا پروانہ نہ مل سکتا تھا۔ امام العصر محمد عبدہ (1905م) لکھتے ہیں۔

قرآن میں نجاست کا لفظ لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی شرارت اور تخریب کاری کے ہیں۔ فقہا نے جو معنی تجویز کئے ہیں وہ مطلوب قرآن نہیں ہیں۔

(تفسیر "المنار" طبع مصر 1960م جلد 10 صفحہ 325)

اور امام العصر ہی لکھتے ہیں کہ

عرب جب کسی کو "نجس" کہتے تو اشارہ ہوتا کہ وہ بد فطرت، غنڈہ اور "جھگڑالو" ہے۔

(المنار جلد 10 صفحہ 323)

نجس کا یہ لغوی مفہوم واضح کرتا ہے کہ مشرکین کو مسجد الحرام میں داخل ہونے سے اس لئے نہیں روکا گیا کہ وہ ملیچھ تھے۔ ان کے جسم ناپاک تھے۔ بلکہ وہ حریم کعبہ میں غنڈہ گردی اور دنگا فساد برپا کرنے کے عزائم رکھتے تھے۔ وہ حرم میں داخل ہو کر اہل توحید کی عبادات میں خلل ڈالنے اور مشرکانہ رسوم کا اظہار کر کے اشتعال پھیلانے کا ارادہ کئے ہوئے تھے لہٰذا "ناپاکی" اور سیاسی طور پر ممکنہ شرارتوں اور قتل و غارت کا سد باب کرنے کے لئے ان کو حرم کے داخلہ سے روکا گیا۔ اس طرح ان کی نجاست حسی یا وجودی نہیں اعتباری اور اوراکی تھی۔ ہم اپنی روزمرہ کی گفتگو میں غنڈہ اور فتنہ پرداز عناصر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بڑے خبیث ہیں تو اس سے ہم ان کی اندر کی خباثت مراد لیتے ہیں جو محاورتاً بھی صحیح ہے اور حقیقت بھی۔

فرقہ بندی بھی شرک ہے

قرآن پاک میں دینی فرقہ بندی کو شرک کہا گیا ہے جتنے یہ جو فرقہ بند مسلمان مساجد کو فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بنائے ہوئے اور ایک دوسرے کی گردن ناپنے کو حلال سمجھتے ہیں قرآن انہیں مشرک ٹھہراتا ہے (روم، 32-31) --- اور مشرک نجس ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی صاحب، شرک کی اساس پر فرقہ بند مسلمانوں کو نجس کہنا شروع کر دے تو ظاہر ہے لوگ اس کی ہنسی اڑائیں گے یہ اور بات ہے کہ رواں صدی کے اوائل تک فرقہ بند اپنی اپنی مساجد میں مخالف کو نماز قائم کرنے کی نہ صرف اجازت نہ دیتے تھے بلکہ اگر بھولے سے کوئی نماز قائم کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتا تو چٹائی جلا دی جاتی اور فرش دھو لیا جاتا کہ ان کے خیال میں مخالف کتے سے زیادہ نجس تھا۔ لیکن فرقہ بندوں کا کوئی کردار سند اور حجت نہیں بن سکتا۔

مشرک حریم کعبہ میں داخل ہو سکتے ہیں

صلح حدیبیہ (627م) کے دوسرے سال جب مکہ فتح ہوا تو قرآن پاک نے انتظار کئے بغیر ہی یہ پالیسی عطا فرمائی کہ **من دخلہ کان آمنا** مشرکوں میں سے جس نے حرم میں پناہ لی وہ امان میں آگیا (عمرن، 97) اب کسی بھی فاتح مسلمان کی تلوار اس پر وار نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے کہ مشرک اگر فقہی اصطلاح والے ملیچھ شمار ہوتے تو انہیں دخول حرم کا پروانہ ہی نہ مل سکتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت

جب زور کا رن پڑا ہوا تھا' انسانی جذبات طیش میں بدل چکے تھے قرآن محکم نے ایسے نازک لمحات میں بھی انسانی شرف و کرامت کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مشرک اگر قاتل ہے تب بھی کعبہ میں داخل ہونے کا اسے حق ہے اس کا یہ حق کسی فقہی نجاست کے باعث سلب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وحی قرآن مزید سبقت کر کے نجاست بردار مشرکوں کو حریم کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے کہ ان میں سے اگر کوئی پناہ طلب ہے اور ساتھ ہی پیغمبرؐ کی زبانی کچھ سننا بھی چاہتا ہے تو بلا جھجک حریم کعبہ میں آ سکتا ہے فرمایا۔

اور (اے پیغمبر) اگر مشرکوں میں سے کوئی آدمی آئے اور تم سے پناہ مانگے تو اسے ضرور امان دو یہاں تک کہ وہ (اچھی طرح) اللہ کا کلام سن لے پھر اسے (بہ امن) اس کے ٹھکانے پہنچا دو۔ یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ لوگ (دعوت حق کی حقیقت کا) علم نہیں رکھتے۔ (توبہ '6)

قرآن کا مقصد یہ ہے کہ مشرکین جب مفتوح ہو گئے۔ ان کا زور ٹوٹ گیا اور اب وہ شرارت پھیلانے کے قابل بھی نہیں رہے تو انہیں مسجدوں میں آنے دیا جائے تاکہ وہ تمہارے پروگرام' اہداف اور مقاصد سے آگاہ ہوں اور حصول ہدایت میں رکاوٹ محسوس نہ کریں۔

روایات کیا کہتی ہیں

ثمامہ بن اثال (633 م) جب مشرک تھا تو کسی جرم کی پاداش میں مسجد نبویؐ کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا (ابن حجر۔ الاصابہ طبع مصر 211/1)۔۔ (ابن عبدالبر الاستیعاب طبع مصر 203/1)

یہ یاد رہے کہ اس ستون والا مسجد نبویؐ کا حصہ اب ریاض الجنتہ میں شامل ہے۔

احمد اور ابو داؤد۔ حضرت جابر بن عبداللہ (697م) سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرمؐ کی معیت میں مشرکوں سے لڑائیاں لڑتے تھے جب وہ ہزیمت سے دوچار ہو کر اپنا ساز و سامان' اثاثہ اور برتن چھوڑ جاتے تو ہم ان کے برتنوں کو بے کھٹکے اور بن دھوئے استعمال میں لاتے اور کوئی سرزنش نہ ہوتی۔

حدیث میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک مشرکہ خاتون کی مشکیزہ سے وضو بھی کیا اور پانی بھی پیا۔

یہ روایات بھی واضح کرتی ہیں کہ اسلام کسی بھی انسان کے جسم کو ناپاک نہیں ٹھہراتا اور ہر انسان کو انسان ہونے کے ناطے ایک ہی درجہ پر رکھتا ہے۔ خود سید البشرؐ کا جیسا کہ ابھی ابھی معلوم ہوا غیر مسلموں اور مشرکوں سے ہر طرح کی معاشرت رکھنا' ہاتھ ملانا' ایک ساتھ کھانا کھانا' ان کی دعوتوں میں جانا اور اپنی ضیافتوں میں بلانا ثابت ہے۔ نجران کے عیسائی' یمن کے مشرک اور ایران کے مجوسیوں کے وفود مسجد نبوی ہی میں سید البشرؐ سے ملتے اور مسجد ہی میں ٹھہرائے جاتے (بحوالہ۔ "المنار" 8/324/10 تا 13) اور پھر کہیں یہ ثابت نہیں کہ رسالتمابؐ ان سے ملنے کے بعد "تخلیہ" میں جا کر خطمی یا کسی طرح کے صابن سے ہاتھ دھو ڈالتے یا مہمانوں کے چلے جانے کے بعد مسجد کی چٹائیوں کو جلا ڈالتے یا فرش اکھڑوا دیتے تھے۔ پس جب آپ کا "اسوہ حسنہ"

نجاست کو ظاہر کی بجائے اندر کی پلیدی کے روپ میں پیش کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم امام رازی کے "جدلی" انداز استدلال سے مرعوب ہو کر غیر مسلموں یا مشرکوں کو خنزیر یا انسانی بول و براز کی طرح حقیقی "نجس" تسلیم کر لیں۔

قانون شکن رازی

قرآن کسی کی عزت نفس اور وقار کو مجروح کرنے سے شدت سے روکتا اور انسان دوستی پر زور دیتا ہے۔ مشرکوں کو جن لفظوں میں نجس کہا ہے اہل عرب اسے جھگڑالو کے مفہوم میں استعمال کرتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ انسانوں کی نسبت سے یہی معنے موزوں اور انسانی وقار کے مطابق موزوں ہو سکتے تھے لیکن ہمارے فلسفی امام رازی (1210م) جن سے امید تھی کہ اپنی توانائیاں قرآن کی حقیقی پالیسی واضح کرنے پر صرف کریں گے الٹا انہوں نے ایسی بات کہہ دی جو ان کی جلالت شان کے منافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کیا ہوا اگر روایات نے غیر مسلموں کو مساجد میں داخل ہونے کا اشارہ دے دیا ہے۔ آخر وہ روایات ہیں تو خبر واحد نوعیت کی جو قرآن کے صریح حکم کا جواب نہیں بن سکتیں۔ وغیرہ

بالکل بجا فرمایا آپ نے احادیث قرآن محکم کی نہ مقدم ہو سکتی ہیں نہ مسفر۔ کجا خبر واحد کجا نص قرآنی ان میں موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہاں اس اصول کا اطلاق غلط کیا گیا ہے کیونکہ جس "توبہ" میں مشرکوں کو نجس کہا گیا ہے اسی "توبہ" میں عین حالت جنگ میں حکم دیا ہے کہ مشرکین اگر پناہ طلبی اور اسلام کی بابت معلومات حاصل کرنے کی غرض سے نبیؐ کے حضور حاضر ہونا چاہتے ہوں تو نبیؐ کا فرض بنتا ہے کہ انہیں اپنی پناہ میں لے کر اسلام کی مبادیات سے روشناس بھی کرائیں پھر انہیں پوری حفاظت سے اپنوں میں یا ان کے گھر تک پہنچا بھی دیں (توبہ' 6)

اور ظاہر ہے نبیؐ کی عدالت عالیہ حرم اقدس ہی میں لگتی تھی اور حرم ہی میں ان کے داخل ہو کر ہدایت یاب ہونے کی بات کی گئی ہے بلکہ عمران میں تو صاف لفظوں میں فرمایا کہ مشرکوں یا دیگر غیر مسلموں میں سے جس نے بھی حرم میں داخل ہو کر پناہ طلب کی وہ امان میں آگیا (عمران' 97)

ان آیات اور لغت عرب کے تناظر میں "نجس" کا مفہوم وہ نہ ہو گا جو تجویز کر لیا گیا ہے۔ وہی ہو گا جو شرارت' فتنہ انگیزی اور دنگے فساد کو واضح کرے گا۔ ایسے میں ہم امام رازی کے تنگ انسانیت فلسفہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ قرآن اپنی ترجمانی سے قاصر نہیں ہے۔ وہ بااحسن طرح شرک کو باطنی پلیدی سے موسوم کر کے دیگر احتمالات کو ختم کر دیتا ہے۔

ہمارے نزدیک امام رازی اور وسط ایشیا کے فقہا کی مجبوری یہ تھی کہ وہاں یک گونہ اسلامی ملوکیتوں کا چلن تھا جسے ملاں اور ملوک ملکر پروان چڑھاتے تھے وہاں اونچ نیچ عقیدے کی اساس پر بھی روا سمجھی جاتی تھی اور سماجی طور پر بھی چھوٹے بڑے کا امتیاز برتا جاتا تھا۔ یہاں ہمارے ہاں

جتنے بھی خانوادے وہاں سے آئے اپنی ذاتی' قومی' سماجی اور علاقائی برتریاں ساتھ ہی لائے یہ زنجانی' سید' خواجے' گردیزی' مغل' بخاری اور پٹھان وغیرہ کے روپ میں جتنی قومیں بھی یہاں وارد ہوئیں' عامتہ المسلمین سے رشتہ ناطہ کرنے کی بجائے آپس میں کرتے رہے' سیدوں' گیلانیوں' قریشیوں اور گردیزیوں نے اپنی بنات کو افراد امت سے بیاہ دینے کا تصور تک بھی روا نیں کیا البتہ دختران ملت سے نکاح کرتے رہے۔ امام رازی ایسے ہی خطے سے وابستہ تھے جہاں کے لوگ اپنے ماسواسب کو ملیچھ سمجھنے والے تھے۔ خاص کر وہ گورے تھے اور ہم سیاہ فام غرضیکہ رسولؐ اللہ نے مساوات کی جن کدالوں سے رعونت کے اصنام توڑ کر عربی اور عجمی کالے اور گورے کا امتیاز مٹا دیا تھا۔ اسلام سے اجنبیوں نے ان ہی اصنام کو پھر سے تراش کر امت میں پوتر اور ملیچھ کا تصور اجاگر کر ڈالا۔

مشرکوں کو دور رکھنے میں کیا حکمت تھی؟

یہاں ہر قسم کے غیر مسلموں کو حریم کعبہ میں داخل نہ ہونے کی بات بھی کی جاتی ہے جب کہ ان کی بات ہوئی ہی نہیں صرف مشرکین کی بابت ہوئی ہے جب کہ ان کی بابت کچھ ایمرجنسی اور سیاسی وجوہات بھی کار فرما تھیں جیسے کہ ان دنوں مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین سرد یا گرم جنگ کا ماحول طاری تھا بلکہ صاف لفظوں میں یہ کہ اہل شرک کی اندرونی خباثت ان کے ظاہر کو گھیرے میں لے چکی تھی جو انہیں ہمیشہ برسرپیکار رہنے پر اکساتی تھی ایسے میں اگر کعبہ کو اصنام پرستی سے پاک و صاف کرنے کے باوصف پھر سے ان کو صنم پرستی یا عبادت کی اجازت دی جاتی تو اپنے ہاتھوں دنگے' فساد کی آبیاری کرنے کے مترادف ہوتا بلکہ اس رواداری کے نتیجے میں وقت گزرنے پر وہ "دعویدار" بن جاتے کہ کعبہ میں عبادت گزاری ان کا بھی حق ہے جس سے فتنے و فساد کے وہ لاوے ابل پڑتے جو تھمائے نہ تھمتے۔ جب کہ اللہ سبحانہ ہر نوعیت کے فساد کو پسند نہیں فرماتے لہٰذا اب سیاسی اور دینی مصلحت یہی تھی کہ آئندہ کے لئے انہیں کعبہ سے دور رکھا جائے کہ ایک معبد میں ایک ہی طرح کی عبادت ہو سکتی ہے۔ آج دنیا کے کسی بھی عالمی گرجا گھر میں' کسی بھی مندر میں کسی بھی گوردوارے میں ہم نہ اذان کی آواز بلند کر سکتے ہیں۔ نہ اپنی طرز کی صلوٰۃ قائم کر سکتے ہیں پس جب ان مقامات پر ہمارے لئے اللہ کی عظمت اور کبریائی بیان کرنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی جاتی تو رواداری کے بھاری بھرکم "ہمالیہ" کو ہمارے ہی سروں پر کیوں بلند کیا جاتا ہے؟ بلاشبہ کعبہ اور ہماری دیگر مقدسات **معائنے**' زیارت کرنے اور دیکھنے کے لئے "کھلے" شہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ آئیں ہماری باتیں سنیں' عبادات میں توحید کا جو رنگ و روپ بھرا ہے وہ ملاحظہ فرمالیں۔ کوئی رکاوٹ کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بس اپنی طرز کی مشرکانہ رسوم کی بجا آوری نہ کریں۔ کفار مکہ حریم کعبہ اور مسجد النبیؐ میں آتے اور اہداف و مقاصد اسلام کے بارے میں معلومات لے کر جاتے تھے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

قرآن سب کا ہے

قرآن الہامی کتابوں میں واحد الہامی کتاب ہے جس کا متن محفوظ ہے اس کی بابت فرمان ہے کہ **ھدی للناس** کائنات بشری کی اس میں ہدایت ہے (عمران' 3) یہ نہیں فرمایا کہ **ھدی للمسلمین** قرآن مسلمانوں کی کتاب ہے صرف مسلمانوں ہی کی ہدایت کے لئے ہے

اللہ کی بابت فرمایا **رب العالمین** اللہ تمام کائنات کی ربوبیت کرنے والا ہے (فاتحہ' 1) یہ نہیں کہ وہ صرف مسلمانوں کا رب ہے۔

سید البشر محمدؐ رسول اللہ کے متعلق ارشاد ہوا **رحمۃ للعالمین۔ کافتہ للناس** (انبیا' 107 سبا' 28) یہ نہیں کہ آپ **للمسلمین** صرف مسلمانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اسی طرح

مکہ کی بابت فرمایا **مثابۃ للناس** پوری انسانیت کے لئے مرکز عبادت ہے (بقرہ' 125) یہ نہیں کہ وہ صرف **مثابۃ للمسلمین** ہے

اس طرح یہ تمام آیات پالیسی عطا کرتی ہیں کہ اللہ' رسولؐ' قرآن و کعبہ پر پوری کائنات کا مساوی حق ہے۔ مسلمان اپنی اجارہ داری کا اظہار نہیں کر سکتے۔ بات واضح ہو گئی کہ جس طرح بارش' چاند' سورج' ہوا اور پانی سب کے لئے ہیں اسی طرح اللہ' رسولؐ' کعبہ اور قرآن بھی سب کے لئے ہیں اور جو چیز سب کے لئے ہو اسے خاص کرنے والا کون ہوتا ہے۔ یعنی اب اگر کوئی اللہ کی وحدانیت' ربوبیت اور کبریائی پر لکھتا ہے۔ کوئی سید البشرؐ کی زندگی کے حساس اور اہم گوشوں پر ریسرچ کرتا ہے۔ کوئی وحی قرآن پر سائنسی' عمرانی اور عقلی تناظر میں جوہر قلم دکھاتا ہے اور کوئی کعبہ اقدس کی تاریخی حیثیت' حجر اسود' زمزم اور مقام ابراہیم کے بارے میں حریم کعبہ میں پہنچ کر تحقیق و ریسرچ کر دکھاتا ہے اور اس کا مقصد شرارت اور تخریب کاری نہیں ہے تو آپ کس طرح کسی کے لئے سد راہ بن سکتے ہیں اور قرآن کی عمومی پالیسی کو کیونکر مسترد کر سکتے ہیں۔

***

لائف ممبر شپ برائے مجلہ طلوع اسلام

نہ ہر سال زر شرکت بھجوانے کی زحمت' نہ کھاتہ کھولنے کی ضرورت' ایک دفعہ

اندرون	1500/= روپے
ایشیاء' یورپ' افریقہ	8000/= روپے
اسٹریلیا' کینڈا' امریکہ	10000/= روپے

ادارہ کے اکاؤنٹ نمبر 7-3082 نیشنل بینک۔ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کے نام ارسال فرما کے لائف ممبر شپ حاصل کر لیجئے۔

سرکولیشن منیجر

طلوعِ اسلام منکرِ حدیث ہے!

یہ الزام تو آپ نے سنا ہوگا

لیکن یہ حقیقت شاید آپ تک نہیں پہنچی ہوگی کہ:

- احادیث کی صحیح پوزیشن کیا ہے۔
- یہ کس طرح مرتب ہوئیں۔
- ہم تک کیسے پہنچیں۔
- احادیث کے مجموعے جو ہمارے پاس ہیں، ان میں کیا کچھ ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کی نسبت کس حد تک صحیح ہے۔
- اقرار و انکارِ حدیث سے کیا مراد ہے؛

اس باب میں طلوعِ اسلام کا مسلک کیا ہے اور وہ جو اسے منکرِ حدیث بتاتے ہیں، وہ خود کس طرح منکرِ حدیث ہیں؟

علمِ حدیث کے موضوع پر یہ جامع کتاب ہے جس کا تازہ ایڈیشن دو جلدوں کی بجائے ایک جلد میں

مقامِ حدیث

کے نام سے بڑے سائز میں شائع کیا گیا ہے!

اس قدر پُر از معلومات ہے کہ اس کے مطالعے سے آپ بیسیوں کتابوں سے بے نیاز ہو جائیں گے!

قیمت: اعلیٰ ایڈیشن = /Rs 120 قیمت: سٹوڈنٹ ایڈیشن = /Rs 60

مینجر طلوعِ اسلام ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید انعام الحق

سیاسی عدم استحکام کی ذمہ دار حکومتیں یا اسٹیبلشمنٹ

ہر گھر میں ایک **اسٹیبلشمنٹ** اتھارٹی (Establishment Authority) (بچوں کی ماں) ہوتی ہے۔ جو اپنے چیف (خاوند) کی تائید سے گھر کے تمام معاملات طے کرتی ہے۔ جب بچے جوان ہو جاتے ہیں تو یہ **اسٹیبلشمنٹ** (ماں) اپنے بیٹے کے لئے ایک بہو تلاش کرتی ہے۔ لوگ اس بہو کے بارے میں پوچھتے ہیں تو **اسٹیبلشمنٹ** کچھ اس طرح تعارف کرواتی ہے۔

لاکھوں میں ایک میری بہو ہے --- رنگت دودھ سے بھی زیادہ سفید --- چہرہ گلنار --- گردن صراحی نما--- آنکھیں غزالی --- آواز کوئل جیسی --- چال ہرنی جیسی --- بڑی مودب ہے --- بڑے مقدروں والی ہے جو میرے بیٹے کے لئے ایک خوبصورت وزیر اعظم ثابت ہو گی --- میرے بیٹے کی بگڑی ہوئی عادتوں کو درست کر دے گی --- میری انتخاب کردہ بہو (میرے بیٹے کی وزیر اعظم) کی بات دانش و برہان پر مبنی ہے --- وزیر اعظم میرے بیٹے کی وحشت کو شائستگی میں تبدیل کر دے گی۔۔

مجھ کو ناز ہے کہ وہ میرا انتخاب ہے

پھر ایک کثیر رقم خرچ کر کے پٹاخوں اور شہنائیوں کی گونج میں 'ڈولی میں بٹھا کے' سہرا لگا کے' دلہن گھر لائی جاتی ہے۔ چند روز اس کی نازبرداریاں ہوتی ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے۔ **اسٹیبلشمنٹ** (ساس) کو وزیر اعظم میں نقص نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں---- چشمک شروع ہوتی ہے تناؤ بڑھتا ہے۔ ادھر وزیر اعظم بھی پر پرزے نکالنا شروع کر دیتی ہے۔ **اسٹیبلشمنٹ** (ساس) ان پروں کو کاٹنا شروع کر دیتی ہے۔ نوبت تو تو' میں میں پر آ جاتی ہے۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس گھر کی وزیر اعظم (بہو) اور اس گھر کی **اسٹیبلشمنٹ** (ساس) کے ہاتھوں میں ایک دوسرے کی چٹیا ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی اس **اسٹیبلشمنٹ** (ساس) سے پوچھ لے کہ تمہاری لائی ہوئی وزیر اعظم (بہو) کیسی ہے تو **اسٹیبلشمنٹ** یوں تعارف کرواتی ہے۔

ہماری بہو بہت کرپٹ ہے --- چڑیل نظر آتی ہے --- چہرہ ڈائن جیسا ہے --- چلتی ہے تو گدھوں کی طرح --- بولتی ایسے ہے جیسے پہاڑی کوے بولتے ہیں --- بہت منحوس ہے --- جب سے آئی ہے ہمارے گھر سے برکت ختم ہو گئی ہے --- اسے تبدیل کئے بغیر چارا نہیں۔

گھر کی جذباتی **اسٹیبلشمنٹ** کی بیہودہ باتیں گھر کے عقلمند چیف کے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ تو چیف صاحب دانشمندی کا مظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہمیں اسی وزیر اعظم (بہو) کے ساتھ گزارا کرنا ہے --- **اسٹیبلشمنٹ** اس کو بہت خوشی سے لائی تھیں--- ہمیں وزیر اعظم کو طلاق نہیں دینا ہے --- ہمیں وزیر اعظم کو گائیڈ کرنا ہے --- ہمیں اپنے بیٹے کے بستے ہوئے گھر کو اجاڑنا نہیں ہے --- ہمارا بیٹا بار بار کے خرچ کا متحمل نہیں ہو سکتا--- ہمیں اپنے بیٹے کو دوسری شادی کی اذیت نہیں دینا ہے --- وزیر اعظم کو اپنے گھر لانے کا فیصلہ تو ہم (**اسٹیبلشمنٹ** اور چیف) دونوں کا ہے اس لئے ہم نباہ کریں گے کہ یہی فیصلہ ہمارے گھر کی بہتری کا متقاضی ہے۔

وطن عزیز بھی تمام پاکستانیوں کا گھر ہے جس کی بہتر نگہداشت کے لئے صدر ضیاء الحق کے بعد پاکستان کی نظر نہ آنے والی **اسٹیبلشمنٹ** کی نظر محترمہ بے نظیر بھٹو پر پڑی۔ جن سے بہت سی توقعات وابستہ کی گئیں۔ انتخاب پر کروڑوں روپے خرچ کر کے انہیں اس ملک کا وزیر اعظم بنایا گیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد **اسٹیبلشمنٹ** نے آنکھیں پھیر لیں اور کہا کہ یہ وزیر اعظم کرپٹ ہیں۔ ملکی نظام چلانے کی اہل نہیں۔ اس بنا پر ان کو ملک کے چیف سے اجازت لے کر **اسٹیبلشمنٹ** نے چلتا کیا۔

اسٹیبلشمنٹ نے اپنی غلط **نگہی** پر کوئی ماتم نہ کیا--- ذمہ داران خود مستعفی نہ ہوئے کہ ہمارا انتخاب غلط تھا۔ ہمارا فیصلہ ناقص تھا۔ ہم **اسٹیبلشمنٹ** میں رہنے کے قابل نہیں۔ ہم ظلم کی پیداوار ہیں۔ ہم اپنی قابلیت اور اہلیت سے زیادہ بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے ہیں۔

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت کو سبو تاژ کرنے کے بعد **اسٹیبلشمنٹ** نے پھر سے نئے وزیر اعظم کی تلاش شروع کر دی۔ اس تلاش میں قیمتی دوربینیں اور خوردبینیں استعمال ہوئیں۔ پھر کہیں جا کر **اسٹیبلشمنٹ** ایک ایسی ہستی تلاش کرنے میں کامیاب ہوئی جس کے کندھوں پر ملکی ذمہ داری کا بار گراں ڈالا جا سکتا۔ نام پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس عظیم انتخاب کا نام نواز شریف ہے۔

پاکستان کے باسیوں نے شکر کا کلمہ پڑھا کہ چلو اب کی بار **اسٹیبلشمنٹ** کا فیصلہ درست ہو گا اور ہمارا گھر (پاکستان) جنت نظیر ہو جائے گا--- امن کا گہوارہ بن جائے گا--- تمام افراد خانہ سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔ تشکر آمیز جذبات اور کیفیات ابھی ختم بھی نہ ہوئیں تھیں کہ گھر کی **اسٹیبلشمنٹ** نے پھر سے ایک ہنگامہ شروع کر دیا--- نیا وزیر اعظم نواز شریف اپنے منصب کا اہل نہیں --- گھر کے تمام افراد خانہ حیران و پریشان کہ یہ کیا تماشا ہے لیکن چونکہ گھر کا چیف۔ **اسٹیبلشمنٹ** کی مٹھی میں تھا اس لئے اسے اعتماد لیا اور نواز شریف کی حکومت کو بھی چلتا کیا۔

اسٹیبلشمنٹ وہیں کی وہیں --- نہ ان کی توہین ہوئی --- نہ ان کے وقار میں فرق آیا--- نہ ان کے ضمیر نے ملامت کیا--- نہ وہ **سسپنڈ** ہوئے --- نہ ان کی تنخواہیں کم ہوئیں کہ تمام تر نااہلی تمہاری ہے --- تمہارے فیصلے غلط ہوتے ہیں۔ تم ہی نااہل ہو--

لیکن یہ تو گھر کی بات ہے۔ چیف کو **اسٹیبلشمنٹ** کی غلط ادائیں بھی بھلی لگتی ہیں۔ ویسے بھی یہ معاملات رات کی تاریکی میں 'ون ٹو ون ملاقات میں طے پاتے ہیں۔ یہ سب راز و نیاز کی باتیں ہیں۔

نواز شریف حکومت کی اڑائی ہوئی گرد کے بادل چھٹنے اور مطلع صاف ہونے لگا تو افراد خانہ نے پھر سے آس لگائی کہ اس بار **اسٹیبلشمنٹ** صحیح فیصلہ کرے گی جس سے اس گھر کے افراد پر ایک بہتر منتظم و مہتمم ہستی متعین کی جائے گی جو تمام افراد خانہ کا خیال رکھے گی۔

مگر عوام یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ فیصلہ پھر بے نظیر کے حق میں ہو گیا۔ جس کو کل کرپٹ اور نااہل کہہ کر وزارت عظمیٰ کے عہدے سے علیحدہ کیا گیا تھا۔ **اسٹیبلشمنٹ** نے یہ کہہ کر یقین دلایا کہ پچھلی دفعہ اس کی مخفی صلاحیتوں کا ہمیں پوری طرح ادراک نہ ہو سکا تھا اس لئے اسے فارغ کر دیا تھا۔ حقیقت میں اس پورے ملک میں اس سے بڑھ کر ایماندار مخلص اور محب وطن کوئی اور نہیں ہے' اس لئے بار دگر ہم حکومت محترمہ بے نظیر کو سونپ رہے ہیں۔

خستہ تن اور خستہ حال عوام نے یہ فیصلہ بھی قبول کیا اور مصنوعی کھلے چہروں سے محترمہ کا استقبال کیا۔ وہ پھر سریر آراء سلطنت ہو گئیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ **اسٹیبلشمنٹ** نے پھر اس کو اپنی سوکن سمجھنا شروع کر دیا۔ اسے اس میں کیڑے نظر آنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے نظیر کی وزارت عظمیٰ زمین بوس ہو گئی۔

عوام انگشت بدنداں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس گھر کی **اسٹیبلشمنٹ** اور چیف ہیں کہ ڈھٹائی اور نااہلی کے مجسمے بنے ہوئے ہیں۔ اپنے غلط فیصلے پر نادم بھی نہیں ہوتے --- قوم سے معذرت بھی نہیں کرتے کہ ہم نے عوام کے منہ سے روٹی کے لقمے چھین کر وزیر اعظم کے بار بار انتخاب پر خرچ کر دیئے ہیں --- ان کی یہ ڈھٹائی اس لئے ہے کہ ان کے اپنے پیٹ کبھی بھوکے نہیں رہے --- ان کے اپنے بدن کبھی ننگے نہیں رہے --- ان کے اپنے سروں سے کبھی چھت غائب نہیں ہوئی --- ان کے اپنے قدموں سے کبھی زمین نہیں سرکی --- ان کا اپنا کبھی کوئی بغیر دوا کے نہیں مرا۔

جی ہاں **اسٹیبلشمنٹ** نے پھر سے نئے وزیر اعظم کا سراغ لگانا شروع کر دیا جو اس ملک کے استحکام کے لئے مفید ہو --- جو افراد معاشرہ کی روٹی کا بندوبست کر سکے --- جو ملکی دفاع اور معیشت کو سنبھالا دے سکے۔ دانشوران قوم پر مشتمل **اسٹیبلشمنٹ** کی نگاہ انتخاب نواز شریف پر جا ٹھہری۔

دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں نواز شریف کی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔

3۔ فروری 1997ء کو بڑی تکنیک کے ساتھ بھاری مینڈیٹ دلوایا گیا اور کہا گیا یہی وہ سپوت ہے جو ہر وقت قوم کے غم میں پگھلتا رہتا ہے۔

یہ **اسٹیبلشمنٹ** بھی بہت بھولی بھالی ہے۔ بھول پن میں اس کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ کبھی یہ راہوں میں پلکیں بچھاتی ہے اور کبھی سازشوں کے جال بچھا دیتی۔ کبھی یہ منظر دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہے کہ پارلیمنٹ اور عدلیہ دست و گریباں کس طرح ہو گئے۔

چالاکیاں تو دیکھئے خود قتل کر کے آپ
اوروں سے پوچھتے ہیں کیا ماجرا ہوا

لگتا ہے اب کی بار وزیر اعظم نواز شریف آٹا گوندتے ہوئے ہل رہے ہوں گے۔ اور یہ ہلنا **اسٹیبلشمنٹ** کی مرضی کے خلاف ہو گا۔ عدلیہ اور مقننہ کے درمیان ہونے والی کھینچا تانی اپنی انتہاء کو آن پہنچی ہے۔ پارلیمنٹ میں پیدا ہونے والا انتشار سپریم کورٹ کے بنچوں میں نظر آرہا ہے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف فیصلے سنانے میں مصروف ہیں۔

3۔ فروری 1997ء سے قبل اس **اسٹیبلشمنٹ** نے تحریک پاکستان کے قائد عمران خان کو بھی پسند کیا تھا۔ منگنی ہوئی لیکن نکاح سے پہلے ہی طلاق ہو گئی۔ اب قاضی حسین احمد مناکحت کے رشتہ میں منسلک ہونے کے لئے تیار ہیں لیکن انہیں اپنے سے پہلے لوگوں کے ساتھ ہونے والے سلوک کا خیال رکھنا ہو گا اس لئے کہ یہ ہنی مون شروع ہوتا ہے کہ طلاق کے کاغذات ہاتھ میں تھمادیئے جاتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو یہ کہتے ہوئے سنا جائے۔

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

طلوع اسلام۔　لارڈ سل نے خوب کہا تھا کہ حکومتیں انسانوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور ہر انسان میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جو لوگ قوانین وضع کرتے ہیں یا ملک کی پالیسیاں بناتے ہیں' دوسرے لوگوں سے کسی طرح بھی زیادہ شریف' ہوشمند نہیں ہو سکتے۔ (The New World- P-17) اسی طرح آلڈوس ہکسلے کا کہنا ہے کہ تاریخ میں کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جو یہ بتائے کہ جن لوگوں کے ہاتھ قوت و اقتدار آیا ہو ان میں سرکشی پیدا نہ ہو گئی ہو اور ایسا باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ جو کچھ ہوتا آیا وہ اب یا آئندہ نہیں ہو گا (Liberty and Peace P-41 Science) لهذا قانون سازی کے اختیارات جب اور جہاں بھی بلاحدود و قیود حاصل ہوں گے انصاف کا ترازو توازن بدوش نہ رہ سکے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کوئی ایسا ضابطہ قوانین اپنالیں جو کسی انسان کا مرتب کردہ نہ ہو۔

اطلاعات

1۔ محدود تعداد میں عید کارڈ دستیاب ہیں۔
قیمت فی کارڈ =/6 روپے۔

☆☆☆

2۔ کینڈا (مانٹریال) میں طلوع اسلام کا لٹریچر پڑھنے کے لئے محترم رفیق راجہ 2170 گرینڈ باؤٹ۔ مانٹریال کیو HUB-2W8۔ فون 514-4898316 پر رابطہ قائم فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باغبان ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام

مضمون نویسی کا انعامی مقابلہ

عنوان :۔ سورۃ اخلاص کے حقائق اور اکیسویں صدی

بسلسلہ :۔ صد سالہ تقریبات مفکر ملت سر سید احمد خانؒ (وفات 1898-03-27)

باغبان ایسوسی ایشن نے ریزولیوشن نمبر 17 مورخہ 97-11-18 یہ مقابلہ منعقد کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس میں حسب ذیل طریق کار اختیار کیا جائے گا۔

1۔ شناختی کارڈ رکھنے والا ہر پاکستانی شہری اس مقابلہ میں حصہ لے سکتا ہے۔
2۔ باغبان ایسوسی ایشن کے ممبران کی شرکت مفت ہو گی۔
3۔ مضمون نگار حضرات پہ ممبر شپ حاصل کرنا چاہیں تو بہت آسان ہے۔ اگر آپ کے پاس صرف دس پھلدار پودہ جات ہوں تو ان کی فہرست۔ شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ اور صرف =/2 روپے سالانہ چندہ ادا کر کے آپ ممبر شپ حاصل کر سکتے ہیں۔ تاحیات ممبر شپ کے لئے =/100 روپے یک مشت ادا کرنا ہو گا۔
4۔ اگر آپ شہری ہیں۔ 10 پھلدار پودہ جات نہیں۔ تو آپ =/2 روپیہ چندہ ادا کر کے مضمون نویسی کے لئے اعزازی ممبر شپ حاصل کر سکتے ہیں (یہ اعزازی ممبر شپ وقتی مضمون نویسی کے لئے ہو گی)
5۔ مضمون 10 صفحات کے 3000 الفاظ سے کم نہ ہو اور اردو زبان میں ہو۔ حوالہ کا متن اور ترجمہ ہو۔
6۔ باغبان ایسوسی ایشن قرض حسنہ تلے دبی ہے۔ اگر مخیر حضرات نے تعاون کیا تو انشاء اللہ اول ' دوم ' سوم انعامات بھی ملیں گے جس کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ مضمون بہر حال 28 فروری 98ء تک پہنچ جانے چاہیں۔
7۔ مفکر حضرات سے گزارش ہے کہ وہ ضرور شرکت فرمائیں۔ پتہ :۔ ملک حنیف وجدانی

صدر باغبان ایسوسی ایشن
معرفت پوسٹ کوڈ نمبر 47227
موہڑہ سیداں ۔ مری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری

استفسارات

طلوع اسلام کے خلاف جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈے کی سنگلاخ چٹانیں چٹخنا شروع ہوئی ہیں تو لوگوں نے طلوع اسلام کے متعلق جاننا شروع کر دیا ہے۔ ادارہ میں موصول ہونے والے استفسارات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جو ہمارے لئے انتہائی خوش آئند اور حوصلہ افزاء بات ہے۔

پچھلے دنوں ہفت روزہ مہارت کی ایک ٹیم نے چیرمین ادارہ جناب ایاز حسین انصاری صاحب کا انٹرویو لیا جس کی تفاصیل ہفت روزہ مہارت میں شائع ہو چکی ہیں۔ چند سوالات کے جوابات بالاختصار پیش قارئین ہیں۔ پرانے قارئین کے لئے یہ جوابات ہو سکتا ہے نئے نہ ہوں لیکن نئے قارئین کے ذہن میں ان سے ملتے جلتے سوالات یقیناً" ابھرتے ہوں گے۔ ہماری یہ کوشش انہی کے استفادے کے لئے ہے۔

مدیر طلوع اسلام

سوال 1: فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں اس کے لئے آپ کے پاس کیا حل ہے؟

جواب: جو دین (نظام حیات) خدا کی طرف سے ملا تھا وہ سب کے لئے ایک ہی تھا۔ اس میں مختلف فرقوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرقے مختلف انسانوں کے بنائے ہوئے راستوں (مذاہب) پر چلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور انسانوں کی دی ہوئی تعلیم کے پیچھے چل پڑے۔ دین مذہب میں تبدیل ہو گیا۔ سینکڑوں اختلافات پیدا ہو گئے اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔

دین میں جب فرقے پیدا ہو جائیں تو ان کے مٹانے کا طریق جو قرآن کریم نے بتایا ہے یہ ہے کہ تم اس ضابطہ خداوندی کا اتباع کرتے جاؤ جو تمہارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے تمہاری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ (یاد رکھو) خدا کے سوا کسی اور کا قانون ایسا نہیں جس کا اتباع کیا جائے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے قانون کے ساتھ، اوروں کے قوانین بھی

شامل کئے جا سکتے ہیں یا یہ خیال کرتے ہیں کہ خارجی کائنات میں تو خدا کا قانون نافذ العمل ہے لیکن انسانی دنیا میں انسانوں کا خود ساختہ قانون چلنا چاہئے' تم ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ (سورہ نمبر 6 آیت 107) ان اختلافات کو مٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر معاملے کا فیصلہ خدا کے قانون کی رو سے کیا جائے (جو سب کے لئے حکم اور آخری سند ہے۔) (سورہ نمبر 42 آیت نمبر 10)

قرآن نے اپنے نزول کا مقصد یہ بتایا ہے کہ وہ ان تمام اختلافات کو مٹا کر خدا کا دین قائم کر دے گا اور فرقوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے انسانوں کو امت واحدہ میں تبدیل کر دے گا۔ جو لوگ اس دین واحد کی صداقت کو تسلیم کر لیں گے یہ کتاب انہیں زندگی کے صحیح راستے کی طرف رہنمائی فراہم کر دے گی اور اس طرح ان کے لئے موجب رحمت بن جائے گی۔ (سورہ النحل آیت 64) امت مسلمہ اگر اپنی اطاعت کے لئے خدا کی کتاب کو سند و حجت تسلیم کر لے تو اس میں اختلاف پیدا ہو نہیں سکتے کیونکہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلافی بات نہیں لیکن اگر اطاعت کے لئے سند و حجت' خدا کی کتاب کے علاوہ' کسی اور کو تسلیم کیا جائے تو یہ شرک ہے اور اس کا لازمی نتیجہ اختلاف و افتراق۔ فرقہ بندی کو قرآن اسی لئے شرک قرار دیتا ہے تاہم قرآن کریم کے مطابق فیصلے کرنا اسلامی نظام میں ہی ممکن ہے لہذا فرقے صرف اسلامی نظام میں ہی مٹ سکتے ہیں۔ اسلامی نظام کے معنی ہیں ایک ایسی مملکت کا قیام جو قرآنی اصولوں کے مطابق وجود میں آئے اور جس کا تمام کاروبار قرآنی حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے سرانجام پائے۔ اس لئے جب قرآن کریم کا نظام قائم ہو گا تو امت مسلمہ میں کوئی فرقہ نہیں ہو گا۔

سوال :2 جمہوریت اور قرآنی نظام ربوبیت کا تقابلی موازنہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب : اسلام ان معنوں میں جمہوری نظام نہیں جن معنوں میں اس اصطلاح کو مغرب میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں (قرن اول کو چھوڑ کر) شخصی حکومتوں کا دور دورہ رہا۔ آج بھی مسلمانوں کی حکومتیں عام طور پر شخصی حکومتیں ہیں۔ یورپ نے اپنے ہاں آئین جمہوریت نافذ کیا تو یہ آئین چونکہ شخصی حکومتوں کے مقابلہ میں بہتر تھا اس لئے دنیا نے اس نظام کو "نعمت خداوندی" سمجھ کر آنکھوں سے لگایا۔ مسلمانوں نے بھی سمجھ لیا کہ نظام حکومت دو ہی طرح کا ہو سکتا ہے یا شخصی ملوکیت یا جمہوری نظام۔ شخصی ملوکیت یقیناً" ایک رجعت پسندانہ مسلک تھا اس لئے انہوں نے اسلام کو ترقی پسند (Progressive) مذہب بنانے کے لئے مغرب کی دیکھا دیکھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسلام بھی جمہوریت کا سبق دیتا ہے حالانکہ اسلام نہ ملوکیت سکھاتا ہے اور نہ مغرب کے جمہوری نظام کی تائید کرتا ہے۔

ڈیموکریسی کا دعویٰ ہے کہ جس بات کو سو میں سے اکیاون درست کہہ دیں اسے تسلیم کیا جائے۔ نظام جمہوریت کی رو سے کسی بات کے صحیح یا غلط ہونے کے لئے خارجی مستقل معیار

کوئی نہیں ہوتا۔ غلط اور صحیح کا معیار آرا کی تعداد ہوتی ہے۔ اگر کبھی اکیاون ہاتھ اس بات کی تائید میں اٹھ جائیں کہ دنیا میں خدا کا وجود کوئی نہیں تو باقی اشخاص کو یہ فیصلہ بطور حقیقت تسلیم کرنا ہوگا اور یہی فیصلہ صحیح فیصلہ قرار دیا جائے گا۔ اس اصول کے ماتحت دنیا میں کوئی شے اپنی ذات میں نہ حق ہے نہ باطل۔ امریکہ کی پارلیمینٹ نے کثرت رائے سے یہ فیصلہ کر دیا کہ شراب ناجائز ہے تو ناجائز قرار پا گئی اور اس کا استعمال جرم اور جب دوسری مرتبہ وہاں کی آرا کی کثرت اس طرف چلی گئی کہ شراب جائز ہے تو شراب جائز قرار پا گئی اور اس کا استعمال جرم نہ رہا۔ یہ ہے نظام جمہوریت یعنی ڈیموکریسی۔

آپ خود سوچئے کہ کیا اس قسم کا نظام اسلامی نظام کہلا سکتا ہے؟ اسلامی تو ایک طرف اسے تو انسانی نظام کہنا بھی انسانیت کی ہتک ہے۔ اسلام حق و باطل کے لئے خارجی مستقل اور مطلق معیار عطا کرتا ہے جس کو اس نے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ صحیح ہے خواہ سو فیصدی انسان اس کے غلط ہونے کی رائے دے دیں۔ اسی طرح جو غلط ہے وہ غلط ہے۔ قرآن کھلے الفاظ میں کہتا ہے کہ حق اپنی ذات میں حق ہوتا ہے۔ اگر وہ لوگوں کے خیالات کے مطابق ہو جائے تو کائنات میں فساد ہی فساد رونما ہو جائے۔ انسانی معاشرہ میں یہ سارا فساد اس لئے برپا ہو رہا ہے کہ حق و باطل کا فیصلہ انسانوں کی آرا کے ماتحت کیا جاتا ہے۔

قرآن نے اس کے برعکس ایسے اصول دیئے ہیں جو تمام نوع انسانی کے لئے ہمیشہ کے لئے غیر متبدل ہیں۔ یہ اصول اسلامی معاشرہ کے تمام بنیادی خطوط کو متعین کرتے ہیں۔ ان اصولوں کے متعلق یہ تصور ہی غلط ہے کہ ان کے صحیح اور جائز ہونے کے لئے آرا شماری کی جائیں گی۔ اسلامی نظام کا یہ بنیادی حصہ جمہوری یا غیر جمہوری تصورات سے یکسر الگ اور بلند ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانہ کی ملت اسلامیہ اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق جزئی قوانین مرتب کرے گی اور ان قوانین کی تنفیذ کے لئے ایک مشینری وضع کرے گی۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے لئے قرآن باہمی مشاورت کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کے نزدیک ناقابل تغیر صرف وہ اصول ہیں جو اس نظام کی چار دیواری بنتے ہیں۔ ان اصولوں کے اندر رہتے ہوئے جزئی قوانین خود مرتب کئے جائیں گے اور ان کی روشنی میں وہ قوانین اور فیصلے جو ہماری انفرادی اور اجتماعی نقل و حرکت کے متعلق کئے جائیں گے بطور نظائر کام دیں گے۔ ان میں سے جو ایسے ہوں گے جن میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہ ہو گی وہ اسی طرح قائم رکھے جائیں گے، باقی قوانین میں اپنی ضرورت کے مطابق تبدیلی کی جا سکے گی۔

یہ اصول ہوں یا ان کی روشنی میں مرتب کردہ جزئیات ان سب کا اطلاق مملکت اسلامیہ کے ہر فرد پر یکساں طور پر ہو گا۔ اس اعتبار سے اسلامی نظام ایک یگانہ جمہوری نظام ہو گا۔

سوال 3: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں قومی تعلیمی پالیسی کیا ہونی چاہیے؟

جواب: حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہاں ابھی تک خواندگی اور تعلیم میں فرق نہیں کیا جاتا۔

خواندگی کو ہی تعلیم سمجھا جاتا ہے۔ خواندگی کے لئے تعلیم اگرچہ ضروری ہے لیکن خواندگی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ بد قسمتی سے ہمارا موجودہ نظام تعلیم بڑا ناقص اور ہماری ابھرنے والی نسلوں کے لئے سم قاتل ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت اس انداز سے کرے کہ' قرآنی نظام کا قیام' ان کے جذبات کا تقاضا' ان کی آرزوؤں کا مرکز اور ان کی کوشش کا محور اور ان کی زندگی کا مقصد بن کر ان کے دل کی گہرائیوں سے ابھرے۔

وہ علم کے کسی شعبہ سے متعلق کیوں نہ ہوں انہیں یہ بتایا جائے کہ علم کا یہ شعبہ اس پروگرام کی تکمیل میں کس طرح معاون ہو سکتا ہے۔ اس تعلیم و تربیت کے ذریعے طالب علموں کے دل و دماغ میں اس حقیقت کو راسخ کر دیا جائے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو وحی کی متعین کردہ مستقل اقدار کے تابع رکھنا ہی شرف انسانیت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اس سے ان کی سیرت میں وہ پختگی اور کردار میں وہ پاکیزگی پیدا ہو جائے گی جس کے فقدان کا ہم اس وقت اس قدر رونا رو رہے ہیں۔

رسول اکرمؐ کے متعلق جب فرمایا کہ اس کتاب کی تعلیم بھی دے اور یہ بھی بتا دے کہ ان قوانین کی غرض و غایت کیا ہے اور ان پر عمل کرنے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے اور ایسا انتظام کر دے کہ لوگوں کی صلاحیتوں کی برومندی اور ان کی ذات کی نشو و نما ہو جائے۔ (سورہ بقرہ آیت 129) تو یہ تعلیم نوشت و خواند کی تعلیم نہیں ہے بلکہ یہی تعلیم ہے جو انسان کے سامنے زندگی کی صحیح قدار متعین کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ انسان کی فکری صلاحیتوں کی بالیدگی ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں آج جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے زندگی کی صحیح اقدار نہیں۔ ہمارے معاشرے میں زندگی کی سب سے بڑی قدر انفرادی خوشحالی اور حصول اقتدار ہے۔ قرآن کا بڑا شرف یہ ہے کہ وہ زندگی کی صحیح اقدار سامنے لے آتا ہے جس سے انسانیت کی پوری طرح نشو و نما ہو جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ صنعت و حرفت کے اعتبار سے مغربی اقوام جس رفتار سے ترقی کر رہی ہیں ہم ان اقوام کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے تاہم ان سے آگے نکل جانے کے لئے ہمارے پاس اور میدان ہے اور وہ میدان ان اقدار کا ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اقدار کسی فلسفہ زندگی میں نہیں مل سکتیں۔ اس لئے جو کیریکٹر اس قالب میں ڈھلے گا اس کی قوت کا جواب دنیا میں اور کہیں نہیں مل سکے گا۔ یہ ہے وہ میدان جس میں نہ صرف یہ کہ ہم اپنی موجود خامیوں کو رفع کر سکیں گے بلکہ مغرب کی ترقی یافتہ اقوام سے بھی آگے بڑھ جائیں گے۔

قرآن ایک نظام زندگی متعین کرتا ہے اور یہ نظام **متشکل** نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ قوم کے دل و دماغ کی تعمیر ان خطوط پر نہ ہو جو اس نظام کے لئے خدو خال بن سکیں۔ اس لئے مروجہ نصاب تعلیم کو ملک گیر حیثیت سے بدلنا ہو گا تاکہ صحیح قرآنی تعلیم کا اجرا ہو سکے۔ قرآنی تعلیم سے مفہوم' قرآن کی تفاسیر پڑھانا نہیں۔ اس تعلیم سے مراد یہ ہے کہ قوم کے نوجوانوں کے

سامنے وہ اقدار لائی جائیں جو قرآن متعین کرتا ہے۔ تاریخی شہادت اور آفاقی حوادث کی روشنی میں یہ بتا دیا جائے کہ یہ اقدار کس طرح انسانیت کی نشوونما اور ارتقا کا موجب بن سکتی ہیں۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ ارباب نظم و نسق کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ ملک میں صحیح قرآنی تعلیم نافذ کریں۔ اس سے ہماری قوم ایک نیا موڑ مڑ جائے گی اور پاکستان کو ایک صحیح اسلامی (قرآنی) مملکت میں تبدیل کرنے کا موجب بنے گی۔

تعلیم کا موجودہ نظام جس میں مذہبی تعلیم کے لئے دارالعلوم و دینی مدارس اور دنیاوی تعلیم کے لئے سکول و کالج مخصوص کئے جاتے ہیں اسلام کی روح کے یکسر خلاف ہے۔ اسلام در حقیقت اسی **ثنویت** کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔ بنابریں ملت اسلامیہ کے لئے وہی نظام تعلیم اسلامی کہلا سکتا ہے جس میں دینی اور دنیاوی تعلیم یکجا کر دی جائے۔ دینی تعلیم سے مقصود وہ دقیانوسی تعلیم نہیں جس کا شاہکار ہمارا ملا ہے۔ اس سے خدا تک پہنچنا تو درکنار، انسان صف آدمیت تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ مکتبوں اور دارالعلوموں میں وہ تعلیم دی جاتی ہے جس سے عقل معاوف اور دماغ کے چراغ گل کر دیئے جاتے ہیں اس سے قوم کے دو بازوؤں میں حریفانہ کشمکش پیدا ہو گئی ہے۔ قدامت پرست طبقہ نئی نسل کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ گیا ہے اور نوجوان طبقہ اس مذہب کو دیکھ کر جسے یہ حضرات اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں خود نفس اسلام سے متنفر ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک میں مذہبی تعلیم کے سب ادارے بند کر کے، سکولوں اور کالجوں میں ایسی تعلیم دی جائے جس سے طالب علم عہد ... کے تقاضوں کا حل قرآن کی روشنی میں تلاش کرے۔ اسی کا نام اسلامی تعلیم ہے۔ ... تعلیم کے لئے ایک خاص نصاب مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ قوم کے بچوں کی تعلیم ... سے آخر تک اجتماعی طور پر حکومت کی ذمہ داری ہونی چاہئے۔ مذہبی اور دنیاوی تعلیم کی تفریق مٹا کر دنیاوی علوم کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ ہر شعبہ میں یہ جانچنے کے قابل ہو سکیں کہ قرآن کریم اس بات میں کیا رہنمائی کرتا ہے۔

ہماری تعلیم کا اولین مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس زندگی کا تصور، جس کے لئے پاکستان وجود میں آیا ہے صاف اور واضح طور پر ذہن نشین ہو جائے۔ دلائل کی رو سے اس کی صداقت اور محکمیت کا یقین راسخ کیا جائے۔ یہ بتایا جائے کہ "اسلام" اور "الدین" کیا ہے۔ اس کے تقاضے کیا ہیں وہ کس قسم کا انسان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ان انسانوں کا نصب العین کیا ہو گا۔ ان کی سیرت و کردار کس قسم کا ہو گا۔ یہ کس قسم کا معاشرہ قائم کریں گے۔ اس معاشرہ کے نتائج سے عالم انسانیت کو کیا فائدہ ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ

سوال ۱۰: آپ حضرات مذہبی پیشوائیت کے بارے میں کیا نکتہ نظر رکھتے ہیں؟

جواب: مذہبی پیشوائیت سے آپ کی مراد اگر نیشنلسٹ علماء ہیں تو یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان کی ڈٹ کر مخالفت کی تھی۔ پاکستان کا مقصد ایک خطہ زمین کا حصول تھا جس میں قرآنی

نظام کا قیام مقصود تھا۔ مخالف نیشنلسٹ علماء بھی اسلام کا تحفظ چاہتے تھے۔ سوال اٹھتا ہے کہ جب دونوں کا مقصد ایک تھا تو پھر یہ نزاع کیوں پیدا ہوا۔ اس نزاع کی بنیاد تھی دونوں گروہوں میں، اسلام کے تصور کا اختلاف۔ اختلاف کیا تھا؟ نیشنلسٹ علماء کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اسلام کا مقصد مسلمانوں کے اعتقادات اور شخصی قوانین کا تحفظ ہے جس کی ضمانت ہندو دے رہا تھا۔ بقول ان کے مملکت کا کوئی بھی نظام کیوں نہ ہو اس سے اسلام کو غرض نہیں۔ کانگریس کا بھی یہی موقف تھا۔ علماء حضرات "Theocracy" چاہتے تھے تاکہ پرسنل لاز (مذہبی امور) کی حد تک حکومت ان کی تحویل میں رہے۔ اس لئے بقول ان کے اسلام کے تحفظ کے لئے علیحدہ ملک کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے برعکس تحریک طلوع اسلام کا موقف یہ تھا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ "دین" ہے۔ قائداعظمؒ اعلان کر چکے تھے کہ قرآنی نظام میں مذہبی پیشواؤں کے علیحدہ وجود کی گنجائش نہیں۔ دین کے معنی ہیں "نظام و دستور حیات" لہٰذا دین زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ کیونکہ "الدین" (اسلامی نظام) انسان کی پوری کی پوری زندگی پر محیط ہے، لہٰذا نظام معاشرت یا نظام مملکت "دین" کے دائرے کے اندر ہوتا ہے اور کوئی حکومت ہی اسے قائم کر سکتی ہے لہٰذا یہ نظام مسلمانوں کی اپنی حکومت کے ذریعے قائم ہو گا۔ آزاد حکومت کیلئے اپنی آزاد مملکت کا حصول نہایت ضروری ہے۔ یہ دین کا تقاضا ہے۔ اس مملکت کا مقصود ہے تکریم انسانیت۔ جہاں کوئی انسان نہ دوسرے انسان کا محکوم ہو، نہ محتاج۔ مسلمان، امت واحدہ کے افراد ہوتے ہیں۔ یہ وحدت تب ہو گی جب سب افراد ایک ہی ضابطہ قوانین کے تابع زندگی بسر کریں گے۔ یہ قوانین قرآن مجید کے اندر موجود ہیں اور ذیلی قوانین قرآن مجید کے ابدی اور غیر متبدل حدود کے اندر رہتے ہوئے امت کے باہمی مشورہ سے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق وضع کئے جاتے ہیں۔ ان قوانین کا نفاذ ایک اسلامی مملکت کے ذریعے ہی ہو سکے گا جس کے لئے ایک جداگانہ خطہ زمین کی ضرورت ہو گی جہاں ایک اسلامی مملکت قائم ہو سکے۔ اس اختلافی جنگ میں تحریک پاکستان کامیاب ہو گئی اور مسلمانوں کو ایک خطہ زمین حاصل ہو گیا۔ پاکستان بنتے ہی قائداعظم وفات پا گئے۔ ارباب اقتدار کی ہوس میں مبتلا ہو گئے علماء حضرات (مذہبی پیشواؤں) نے دیکھا کہ قائداعظمؒ جنہوں نے ببانگ دہل اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں تھیاکریسی نہیں ہو گی، چلے گئے ہیں، صاحب اقتدار اپنی دھن میں مشغول ہیں اور عوام دین کے ساتھ محبت ہونے کے باوجود، دین اور مذہب میں تفریق نہیں کر سکتے اس لئے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مذہبی پیشوائیت کے پیش نظر پاکستان میں تھیاکریسی کا قیام ہے۔ تھیاکریسی سے مراد ہوتا ہے ایسا نظام جس میں اقتدار اعلیٰ مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں ہو۔ وہ ملک کا اقتدار ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ جو قرآنی نظام میں ممکن نہیں۔

مذہبی پیشوائیت کو خطرہ تھا تو صرف علامہ پرویزؒ سے جو قرآن کریم کا پیغام عام کر رہے تھے تاکہ صداقت ایک محسوس حقیقت بن کر سامنے آئے اور قرآنی نظام قائم ہونے سے انسان کی مشکلات دور ہو سکیں۔ قرآنی نظام میں سب سے پہلی زد چونکہ مذہبی پیشوائیت پر پڑتی ہے، اس لئے

پرویز کو انہوں نے دشمن نمبر 1 قرار دیا۔ ہے۔ طلوع اسلام کی طرف سے پیش کردہ دلائل کی تردید تو یہ کر نہیں سکتے کیونکہ طلوع اسلام اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا صرف قرآن کریم پیش کئے جا رہا ہے لہٰذا تحریک طلوع اسلام کی آواز کو غیر موثر بنانے کے لئے مذہبی پیشوائیت نے ٹیکنیک یہ اختیار کر رکھی ہے کہ اس کے خلاف تہمت تراشیاں اور بہتان بازی کے زور پر ایسا پروپیگنڈا کیا جائے کہ کوئی شخص پرویز" صاحب کے لٹریچر کے نزدیک ہی نہ جائے۔ انہوں نے پروپیگنڈا کا جال سارے ملک و بیرونی ممالک تک پھیلایا ہوا ہے۔ وہ اس سازش میں وقتی طور پر کامیاب بھی ہیں مگر

طلوع اسلام کا پروگرام اس کے بالکل برعکس ہے۔

ہم نہایت پر امن اور آئینی طریق سے قرآنی فکر کو عام کرتے جانا چاہتے ہیں۔ اس دور میں' کسی نشرو اشاعت کے لئے جس قدر سامان و ذرائع کی ضرورت ہے' ہمارے پاس ان کی بے حد کمی ہے لیکن وہ جو قرآن نے کہا ہے کہ تم دین کی آواز بلند کرنے کے لئے اٹھو تو خدا کی کائناتی قوتیں تمہارا ساتھ دیں گے اسی کا اثر ہے کہ ذرائع کی کمی کے باوجود قرآن کی آواز جس تیزی سے پھیلتی جا رہی ہے وہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر خوشی کا مقام یہ ہے کہ یہ آواز اب پاکستان کی حدود سے آگے نکل کر مغربی ممالک اور دوسرے بیرونی ممالک میں بھی پھیلتی جا رہی ہے۔

قرآن کریم نے سورہ توبہ میں بتایا ہے کہ علماء مشائخ (مذہبی پیشواؤں) میں سے جنہیں لوگ خدائی درجہ دیتے ہیں' اکثر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ اور فریب سے لوگوں کا مال مفت میں کھاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس راستے کی طرف آنے نہ پائیں۔ اس راستے میں سب سے بڑی روک خود ان کا وجود ہے۔ اے رسولؐ تم ان کے' ان علماء مشائخ کو' اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو جو ان کی خود ساختہ شریعت کی آڑ میں' نظام سرمایہ داری کو منشاء خداوندی کے عین مطابق سمجھ کر سونے چاندی (دولت) کے ڈھیر جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے نوع انسانی کی بہبود کے لئے عام نہیں کرتے' الم انگیز عذاب کی خبر سنا دو۔

اس مقام پر قرآن کریم نے احبار و رہبان (علماء مشائخ) کے خلاف دو جرم عائد کئے ہیں۔ نمبر 1 وہ جھوٹ اور فریب سے لوگوں کا مال مفت میں کھاتے ہیں اور نمبر 2 اللہ کے راستے میں بڑی روک ان کا وجود ہے یعنی یہ کہ جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ یہ خدا تک لے جانے والے راستے میں تمہارے قائد ہیں' درحقیقت اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی لوگ ہیں۔ جب تک انہیں راستے سے ہٹایا نہ جائے گا' تم خدا تک پہنچ ہی نہیں سکو گے۔

قرآن نے ان کے خلاف جرم یہ عائد کیا ہے کہ انہوں نے مذہب کو ذریعہ معاش

(Profession) بنا رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی پیشوائیت بے ہی معاشی مسئلہ۔ ان کی آمدنی کا اگر یہ ذریعہ بند ہو جائے تو یہ اپنے لئے تو ایک وقت کی روٹی بھی کما نہیں سکتے۔ آپ سوچئے لاکھوں کروڑوں بے کار انسانوں کا انبوہ جو ملک کی پیداوار میں کوئی حصہ نہ لیں اور محنت کشوں کی گاڑھے پسینے کی کمائی پر تن آسان زندگی بسر کریں' ملک کی تباہی کا باعث نہ ہو گا تو اور کیا ہو گا۔ مذہبی پیشوائیت کا جال ہم پر اس وسعت و گہرائی سے چھایا ہوا ہے کہ ہم اس پھندے سے نکل ہی نہیں سکتے۔ جب تک مذہبی پیشوائیت کا وجود باقی ہے۔ اسلام ہمارے ہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔

سوال 5: بین الاقوامی تعلقات عامہ کے حوالے سے قرآن کی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب: ہمارا ایمان ہے کہ تمام نوع انسان ایک عالمگیر برادری ہے۔ (دیکھئے سورہ بقرہ۔ آیت 213) اس عالم گیر برادری کو قوموں اور وطنوں کی چاردیواری میں تقسیم کرنا انسان کی تنگ نگہی اور ہوس پرستی ہے قرآن نے جو حقوق و مراعات محض انسان ہونے کی جہت سے دی ہیں وہ تمام انسانوں کے لئے عام اور یکساں ہیں۔ انہیں ہر فرد انسانی حق کے طور پر طلب کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کہا ہے کہ ان کے مالوں میں ہر محتاج و محروم کا حق ہے۔ (سورہ نمبر 70 آیت 25) قرآن نے اقوام و اوطان کی حدود سے بلند ہو کر عالمگیر انسانیت کو پیش نظر رکھنے کا وہ غیر متبدل اصول دیا ہے کہ یاد رکھو دنیا میں دوام اور بقا صرف اس کے لئے ہے جو تمام نوع انسانی کے لئے منفعت بخش ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کا نقطہ ماسکہ وحدت خالق و وحدت مخلوق ہے۔ امت کو تاکید ہے کہ وہ باقی اقوام عالم سے الگ تھلگ نہ رہے بلکہ اپنی تہذیب و تمدن کے حاصلات میں انہیں بھی شریک کرے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وحدت انسانیت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اقوام عالم کا باہمی سیاسی تصادم اور معاشی کشاکش ختم ہو جائے لیکن اس سے بلند تر مقصد اور بھی ہے۔ انسانی ارتقاء کا یہ ایک عجیب اصول ہے کہ اگر ایک قوم تہذیب و تمدن میں آگے بڑھ گئی ہے لیکن وہ اپنے تہذیبی اور ثقافتی حاصلات کو اپنے تک محدود رکھتی ہے تو اس کی ترقی ایک خاص حد پر جا کر رک جائے گی اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکے گی لیکن اگر وہ قوم اپنے علمی اور تہذیبی ماحصل کو دوسری قوموں تک بھی پھیلا دیتی ہے تو اس کا ارتقا حدود فراموش ہو جاتا ہے۔ بقول بریفالٹ اگر تہذیبی ترقی غیر مہذب سمندر میں ایک جزیرہ کی طرح محدود و مقید رہتی ہے تو وہ ایک حد تک جا کر جامد اور منقلب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک قوم کی معاشرتی حالت یہ ہے کہ اس میں تہذیب و تمدن کا حامل ایک خاص گروہ ہے اور باقی افراد قوم کی ارتقائی سطح اتنی پست ہے کہ اس گروہ کا ارتقا بھی ایک حد تک پہنچ کر جامد ہو جائے گا۔ اسی طرح قرآن دنیائے سیاست میں اس نہج کو ارتقائے انسانی کے منافی قرار دیتا ہے جس میں اختیار و اقتدار کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری بن کر رہ جائے اور باقی افراد قوم نچلی سطح کی زندگی گزاریں۔ اس سے آگے بڑھ

کر بین الاقوامی بساط پر قرآن اس روش کو خلاف انسانیت قرار دیتا ہے جس میں ایک قوم عروج و ارتقا کی بلند ترین فضاؤں میں پرواز کر رہی ہو اور باقی اقوام عالم خاک نشین ہو کر رہ جائیں۔ وہ اسی ارتقاء کو وجہ شرف قرار دیتا ہے جس میں تمام افراد انسانیت برابر کے شریک ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو تھوڑی دیر چل کر آگے بڑھنے والی قوم کی ترقی بھی رک جائے گی۔ ہمارے لئے تو گھر کی شہادت کافی ہے یعنی خود مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ اسی حقیقت کی مظہر ہے۔ قرآن مجید نے یہ اصول بھی دیئے ہیں کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے زیادتی کرو۔ تم ان سے ہمیشہ عدل کرو۔ (سورہ نمبر5 آیت 8)

اسلام کی دعوت کا منتہی یہ ہے کہ تمام نوع انسانی کو ایک عالمگیر برادری بنا دیا جائے۔ یہ برادری نظریہ حیات کے اشتراک سے ہی قائم ہو سکتی ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔ اس عظیم پروگرام کی ابتدا ایک امت کی تشکیل سے ہوتی ہے جسے امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔

قرآن کریم انسانوں کے باہمی تعلقات دو قسم کے بتاتا ہے۔ ایک تعلق وہ ہے جو جماعت مومنین کے ایک فرد کو دوسرے فرد کے ساتھ ہوتا ہے۔ تعلقات کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو مختلف اقوام میں معاہدات کی رو سے پیدا ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات کئے جا سکتے ہیں۔

آج کل دنیا میں یہ ہو رہا ہے کہ انسانیت کا جو سلوک اپنی قوم کے افراد سے کیا جاتا ہے' غیر اقوام کے افراد سے ایسا سلوک نہیں کیا جا رہا ہے لیکن قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ انسانیت کا سلوک سب سے یکساں کیا جائے گا۔ خواہ وہ مسلم جماعت کا فرد ہو اور خواہ غیر مسلم۔ حتیٰ کہ خواہ وہ دشمن بھی کیوں نہ ہو۔ اس سے بھی عدل و انصاف کیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے کہ یاد رکھو کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم ان سے زیادتی کرو' تم ان پر ہمیشہ عدل کرو۔ (سورہ مائدہ آیت نمبر 8) ان تمام امور میں جو انسانیت کی فلاح و بہبود کی راہیں کشادہ کریں ایک دوسرے سے تعاون کرو لیکن ان امور میں تعاون نہ کرو جو انسانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا موجب ہوں' یا خدا کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کا باعث (سورہ مائدہ آیت نمبر 2) جو کچھ نوع انسان کے لئے نفع بخش ہوتا ہے وہ باقی رہ جاتا ہے۔ یہ ہے خدا کا قانون مکافات (سورہ الرعد آیت 17) اس حقیقت کو پیش نظر رکھو کہ خدا کا قانون مکافات' ہر عمل کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب کر کے رہتا ہے۔ اس کی گرفت بڑی سخت ہے اور کبھی کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ (سورہ نمبر5 آیت نمبر2)

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ مومن ذمہ دار ہے' دنیا میں امن رکھنے کا۔ اس

لئے ضروری ہے کہ جماعت مسلمہ خود امن سے ہے اور دوسروں کے امن میں خلل انداز نہ ہو۔ لیکن اگر قوت کے نشے میں بدمست قومیں دنیا کے امن میں خلل انداز ہوں اور فساد برپا کرنے پر آمادہ ہوں' تو انہیں روکنا بھی ضروری ہو گا۔ اس لئے پہلے انہیں سمجھانے کی کوشش کی جائے گی لیکن اگر یہ کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر ان کے لئے قوت کا استعمال ناگزیر ہو گا۔ دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے اور ظلم کو روکنے کے لئے اسلام جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ یہ جنگ بنیادی حقوق انسانیت کے تحفظ کے لئے ہو گی۔ جنگ میں جذبات چونکہ شدت پر ہوتے ہیں اگر کسی صورت میں جنگ کو ملتوی کیا جائے تو ان جذبات کی شدت کم ہو جاتی ہے اور انسانی معاملات پر نسبتاً" ٹھنڈے دل سے غور کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے قرآن کریم نے یہ بین الاقوامی قانون بنایا ہے کہ سال میں چار ماہ ایسے رکھے جائیں جن میں جنگ کرنا جائز نہ ہو۔ جنگ کے قیدیوں کے متعلق حکم ہے' انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بطور احسان۔ کیونکہ جنگ کا معرکہ صرف عدل و صداقت کی حفاظت ہے۔

سوال 6: کیا اسلامی نظام میں سیاسی پارٹیوں کی گنجائش ہے؟

جواب: قرآن کریم کی رو سے پوری کی پوری ملت اسلامیہ ایک جماعت اور غیر مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک پارٹی ہے۔ اس جماعت (پارٹی) کے اندر مختلف پارٹیوں کا وجود قرآن کی نصوص صریحہ کی رو سے شرک ہے (سورہ 30 آیت 32)

قرآن کا واضح ارشاد ہے کہ توحید کے پیرو بن کر' پھر سے مشرک نہ بن جاؤ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح امت واحدہ رہنے کے بجائے مختلف فرقوں میں بٹ گئی۔ فرقوں میں بٹ جانے کے بعد حالت یہ ہوتی ہے کہ ہر فرقہ سمجھتا ہے کہ جس طریقہ پر ہم چل رہے ہیں وہ ہی صداقت کی راہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ میں مگن بیٹھ جاتا ہے۔ یاد رکھو فرقہ پرستی اور گروہ بندی شرک ہے۔ تم اس شرک کے مرتکب نہ ہو جانا۔ اس میں مذہبی فرقوں اور سیاسی پارٹیوں میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی ملت اسلامیہ مذہبی فرقے اور سیاسی پارٹیاں دونوں کا وجود شرک ہے۔ جو چیز بھی مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا موجب ہو وہ خلاف اسلام ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ سیاسی جماعتوں سے کہیں زیادہ تفرقہ کا موجب مذہبی فرقے ہیں اس لئے ان کا وجود بھی غیر اسلامی ہے۔ سیاسی جماعتیں تو بنتی ہیں بگڑتی ہیں' ابھرتی ہیں مٹتی ہیں۔ انہیں Ban بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مذہبی فرقے اپنا مستقل وجود رکھتے ہیں اور امت میں تفرقہ ہی نہیں' عداوت' نفرت پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کا موجب ہیں۔ مذہبی فرقوں کا پیدا کردہ تفرقہ مستقل اور غیر متبدل ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس معاشرہ میں تفرقہ انگیزی کی ایسی شدید اور غیر اسلامی علت موجود ہو اس میں اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے سیاسی پارٹیوں اور مذہبی فرقوں دونوں کو مٹانا ضروری ہے۔ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ مذہبی فرقے تو مٹانا ممکن نہیں تو پھر اس کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ بحالت موجودہ اسلامی نظام بھی قائم نہیں کیا جا سکتا۔

سوال 7: پاکستان کے مستقبل کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے اور اس سلسلے میں قرآن حکیم کا لائحہ عمل کیا ہے؟

جواب: پاکستان کے حالات جس قدر بگڑ چکے ہیں۔ اور جس تیزی سے بگڑتے جا رہے ہیں اس کے متعلق کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے۔ کسی کو سوجھتا نہیں کہ ان حالات کو سدھارنے کے لئے کیا کیا جائے۔ معاشرہ کی خرابیاں اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص ان کے علاج کی طرف سے مایوس ہو چکا ہے اور یاد رکھئے کسی قوم پر مایوسی طاری ہو جانا خطرناک علامت ہے۔ ساری قوم ایک دوسرے کو موردِ الزام قرار دینے میں مصروف رہتی ہے۔ اس میں بنیادی قصور اس نظام کا ہے جس کی رو سے افراد کو خرابیاں پیدا کرنے کے لئے مواقع حاصل ہو گئے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں کچھ لوگ مغموم نظر آتے ہیں لہٰذا غیر متعلق ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ کچھ سرکش ہو رہے ہیں اور کچھ پاگل۔ ان حالات کو زیادہ وقت جاری رہنے دینا انتہائی خطرناک ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری یہ محرومی ابدی ہو چکی ہے یا اس سے رستگاری کی کوئی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہاں ہو سکتی ہے۔ اس عذاب سے وہ لوگ بچ سکتے ہیں جو اس مقام پر لوٹ کر آجائیں گے جہاں سے ان کا قدم غلط سمت کی طرف اٹھ گیا تھا۔ وہاں جا کر پھر سے صحیح راستہ پر گامزن ہو جائیں گے اور اپنے اندر پھر سے زندہ رہنے کی صلاحیتیں پیدا کر لیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو خدا کا نظام ہر قسم کی تباہیوں سے ان کی حفاظت بھی کرے گا اور ان کی نشوونما کا سامان بھی بہم پہنچا دے گا۔ (دیکھئے سورہ نمبر3 آیت 88) لیکن اگر ایسا نہ کریں' اور زبان سے توبہ توبہ کہتے جائیں' تو ظاہر ہے کہ غلط راستے پر چلنے والا صحیح منزل پر کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ (3:89)

***

ان هذا القران یهدی للتی هی اقوم

یہ قرآن کاروانِ انسانیت کو سفرِ زندگی میں وہ راہ دکھاتا ہے جس سے
زیادہ توازن بدوش اور سیدھی راہ اور کوئی نہیں 17/9

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

اقبالؔ

ٹورانٹو اور گردو نواح میں آباد اردو سمجھنے والے سامعین کے لئے خوشخبری

مفکر قرآن محترم پرویز صاحب کا درس قرآن حکیم بزم طلوع اسلام ٹورانٹو کے
تعاون سے ہر ہفتہ کی رات 7:00 بجے سے 8:00 بجے تک Dial A M 530
پر نشر کیا جاتا ہے۔ مزید معلومات کے لئے رابطہ:

ٹیلی فون نمبر: 5322-245 (416)

****

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد حسین قیصرانی

اقبال اور وحدت ملت

اگر کوئی یہ کہے کہ ایک فقرہ میں بتایئے کہ اسلام کا مقصود و منتہٰی اور دین کی غائت کیا ہے تو اسے پورے حتم و یقین کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کا مقصود یہ ہے کہ نوع انسان کے اختلافات و افتراقات کو ختم کر کے اسے آسمانی اقدار کی بنیادوں پر ایک عالمگیر برادری بنا دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ تمام انسانیت کو عالمگیر برادری بنانا چاہتا ہے لیکن آغاز کار کے طور پر وہ ایک امت تشکیل دیتا ہے جو رنگ، نسل، جغرافیائی حدود سے ماورا ہو کر خالص ایمان کے اشتراک سے ایک امت بنتی ہے۔ حبش کا بلالؓ، فارس کا سلمانؓ اور عرب کا ابو بکرؓ، وطن، زبان رنگ و نسل کے اختلافات کے باوجود ایک امت کے افراد قرار پاتے ہیں لیکن جب مسلمانوں کی گاڑی دوسری پٹڑی پر جا پڑی تو پھر یہ نسبتیں وجہ تفاخر بن گئیں۔ ہزار سال سے مسلمان انہی تانوں بانوں میں الجھے چلے آ رہے تھے یہ قومی اعتبار سے ترکوں، مغلوں، عربوں، افغانوں اور ایرانیوں میں بٹ گئے تھے۔

انہی حالات میں اقبالؒ نے آواز بلند کی کہ یہ جو تم نے نقشے پر لائنیں کھینچ کر ریاستیں بنا لی ہیں، یہ منشائے خداوندی کے بالکل خلاف ہیں۔

علامہ اقبالؒ کا یہ تصور دو قومی نظریہ پیش کرنے سے پہلے کا ہے، جب تھوڑا ہی عرصہ قبل سارا زمانہ بلکہ خود اقبالؒ بھی یہ گانے گا رہا تھا۔

ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستان ہمارا

مگر جب قرآن کا نظریہ قومیت اس پر واضح ہوا تو پھر علامہ اقبالؒ کے قلب و نگاہ میں عجیب انقلاب رونما ہوا اور اس نے یہ پیغام عام کیا۔

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

یوں تو یہ بچوں کا ترانہ ہے لیکن یہ جو مسلم کا وطن سارا جہاں اس نے بتایا ہے۔ اس پر ہم بہت کم غور کرتے ہیں ورنہ اس ایک مصرعہ میں بڑی حقیقتیں پوشیدہ ہیں۔ انہوں نے بعد ازاں

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفویؐ ہے

کہہ کر مسلمان کے لئے الگ الگ اوطان اور دیسوں پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک قوم کے قالب میں ڈھالنے کا پیغام دیا۔ یہ اور بڑی وضاحت سے بیان کیا۔

یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا

اور

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہ ہو یا اعرابی والا گوہر

کیا یہ وہی کچھ نہیں ہے جو حضور نبی اکرمؐ نے اپنے خطبہ حجتہ الوداع میں کہا تھا کہ " رنگ و خون کی تمام نسبتیں، تمام تضادات اور تمام فرق آج میرے پاؤں کے نیچے کچلے گئے ہیں۔ تمام ابن آدم ایک باپ کی اولاد ہیں"

علامہ اقبالؒ نے اس زمانے میں اسلام کی عالمگیر اخوت کا وہ پیغام دیا جو ہماری ملت کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے یہی وجہ ہے مسلمانان عالم پر کہیں مصیبت آئے۔ غیر شعوری طور پر ہمارے قلوب وقف اضطراب اور ہماری آنکھیں خونناب فشاں ہو جاتی ہیں۔

طرابلس کی جنگ (1912ء) میں جس طرح قیامت برپا ہوئی تاریخ کے اوراق اس سے بھرے پڑے ہیں علامہ اقبالؒ نے اس موقع پر اپنی مشہور نظم " حضور رسالت مابؐ " میں" بادشاہی مسجد کے اندر ایک عظیم الشان جلسے میں پڑھی۔ بڑے ڈرامائی انداز میں پہلے انہوں نے نقشہ کھینچا کہ فرشتے مجھے حضور رسالت مابؐ میں لے گئے تو آپؐ نے پوچھا " ہمارے لئے کیا تحفہ لایا ہے ؟"

میں نے عرض کیا " یہ امت نادم و شرمسار ہے، حضورؐ کے لئے کیا تحفہ لائے گی لیکن اس کے باوجود میں خالی ہاتھ نہیں آیا"

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

پھر " فاطمہؓ بنت عبداللہ " کی نظم بھی موجود ہے ایک عرب لڑکی جو غازیوں کو پانی پلاتی پلاتی خود شہید ہو گئی تھی، اس کے لئے بھی حضرت علامہ یہ نہیں کہتے کہ تو اپنے ملک یا عربوں کے لئے قابل فخر

ہے بلکہ :

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے

اور پھر یہ بھی کہ :

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

علامہ اقبالؒ عمر بھر اس پیغام کو عام کرتے رہے کہ یہی اسلام کا پیغام تھا۔ اسلام اور وحدت امت لازم و ملزوم ہیں۔ مسلمانان عالم نے اس پیغام کا کوئی اثر نہ لیا تو اقبالؒ نے اس نظریہ کو عملی شکل دینے کے لئے اسے پاکستان کے خطہ زمین تک سمٹایا اور اس کی ابتداء ہندوستانی مسلمانوں سے کی۔ انہوں نے اس خطہ زمین کا تصور ہی اس لئے دیا تھا کہ اس میں اسلام کو اس کی حقیقی شکل میں عملاً نافذ کر کے پوری دنیا کو دکھایا جا سکے اور یوں پاکستان وجود میں آگیا۔

***

FOR ALL PUBLICATIONS
OF
ALLAMA GHULAM AHMED PARWEZ®
AND RECORDED LECTURES ON QURAN
PLEASE CONTACT
TOLU-E-ISLAM TRUST
25B,GULBERG2, LAHORE

ACCOUNT NO. CURRENT 4107-35
MAIN GULBERG BRANCH
HABIB BANK LIMTED LAHORE

PHONE: 876219, 5764484, 5753666
FAX 92- 42 5764434
EMAIL : tluislam@brain.net.pk
INTERNET http://www.toluislam.com

پھر بچوں نے کہا کہ :

باباجان! ہم آپ کی شفقت سے محروم کیوں رہیں؟ آپ تو کہا کرتے ہیں کہ قوم کی عمارت کی بنیاد بچے ہیں، جس قسم کی اُن کی تعلیم و تربیت ہوگی اسی قسم کی قوم وجود میں آئے گی۔

بچوں کا تقاضا بجا اور اُن کی بات سولہ آنے سچی تھی —— اس کیلئے مُفکرِ قرآن نے

اسلامی معاشرت

..... لکھی!

اس کتاب میں

روزمرہ زندگی کے متعلق قرآنی احکام و ہدایات

نہایت آسان زبان اور بڑے دلکش انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ بچوں کے علاوہ کم تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی اِس کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔

اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ جدید ارزاں ایڈیشن کی قیمت صرف ۔/۶ روپے فی جلد رکھی گئی ہے!

یہ کتاب، اگر ہمارے ابتدائی سکولوں کے نصاب میں رکھ دی جائے تو...

قیمت: اعلیٰ ایڈیشن Rs 75/=

قوم کی تقدیر پلٹ جائے

قیمت: سٹوڈنٹ ایڈیشن Rs 30/=

مینجر طلوع اسلام ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفتاب عروج

گولڈن جوبلی

سامعین کرام۔ پاکستان کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر مجھے خطاب کی دعوت ملی تو ذہن میں خیال آیا کہ یہ "سالگرہ" ہوتی کیا ہے؟ ماضی میں جھانکا تو نظر آیا کہ ہمارے بزرگوں کے پاس کیلنڈر وغیرہ تو تھے نہیں۔ ماہ و سال کا شمار وہ بدلتے موسموں سے کرتے اور وقت کی رفتار کا اندازہ انہیں اپنی فصلوں سے ہو جاتا۔ بچہ پیدا ہوتا تو اس کے پیٹ کے گرد ڈھیلا سا ایک دھاگہ باندھ دیتے جسے وہ "تڑاگی" کہتے تھے۔ سال ختم ہونے اسی دھاگے سے وہ بچے کی چھاتی ماپتے اور پیمائش کے مطابق دھاگے پر ایک گرہ لگا دیتے جس سے انہیں بچے کی عمر کا اندازہ بھی رہتا اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ پچھلے سالوں کے مقابلے میں اس سال بچے کی نشو و نما میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ کسی سال گرہ کا فاصلہ کم رہ جاتا تو انہیں تشویش ہوتی کہ بچے کی نشو و نما رک کیوں گئی ہے۔ بچے کو حکیم کے پاس لے جاتے۔ وید سے مشورہ کیا جاتا اور اس وقت تک انہیں چین نہ آتا جب تک یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ بچے کی نشو و نما رک جانے کی وجہ کیا تھی اور اس کا تدارک نہ کر لیا جاتا۔ یہ تھی سالگرہ اور یہ تھے سال گرہ کے مقاصد۔ بہت خوشی ہوئی یہ جان کر کہ سالگرہ' جسے میں ایک فضول سی رسم سمجھتا تھا ہمارے بزرگوں کا اہم ترین ورثہ ہے اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ سالگرہ کی رسم کو قائم رکھنا کیوں ضروری ہے۔ دور حاضر پر نگاہ دوڑائی تو معلوم ہوا کہ سالگرہ بچوں ہی کی نہیں' ملکوں کی بھی منائی جاتی ہے۔ گردیدہ ور قومیں دھاگے میں گرہ لگانے کی جگہ اب اپنے ملک کی Year Book شائع کرتی ہیں جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے یا ایک ہی جگہ کھڑا ہے۔ پتہ چلا کہ سالگرہ احتساب خویش کا ایسا عمل ہے جو صدیوں پہلے وجود میں آیا اور آج تک جاری ہے۔ یہاں آنے سے پہلے پاکستان کی "تڑاگی" پر نگاہ ڈالی تو یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ اس کے سبز و سفید دھاگے پر گرہیں تو موجود ہیں لیکن سب کی سب گرہیں ایک ہی جگہ لگی ہوئی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یا تو کسی نے اس کی تعمیر و ترقی کا اندازہ لگانے کی کوشش ہی نہیں کی یا اس کی نشو ونما ایک ہی جگہ رک کر رہ گئی ہے سالگرہ منانے کا اتنا ہی شوق ہے تو ضرور منائیے لیکن پچاسویں گرہ لگانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیجئے کہ 1948ء میں کا پاکستان حدود اربعہ 362972 مربع میل تھا اور اب کم ہو کر 307374 مربع میل رہ گیا ہے۔

چلئے تھوڑی دیر کے لئے اسے دوسرے زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گرہ کا مطلب اگر مضبوطی' استحکام اور اتحاد ہے اور یہی وہ عمل ہے جس کی گرہیں ہم پچھلے پچاس سال سے مضبوط کر رہے ہیں تو صورت حال یہاں بھی خوشگوار نہیں۔ قوم میں یکجہتی' یک رنگی اور اتحاد نام کی کوئی چیز ہمارے ہاں

موجود نہیں۔ عوام سیاسی پارٹیوں کے نرغے میں ہیں یا مذہبی فرقوں کے گرداب میں۔ قرآن کریم کا یہ حکم اسی طرف اشارہ کرتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یاد رکھو! دین نہ انفرادی مسلک کا نام ہے نہ گروہ بندیوں کا۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم سب کے سب بلا استثناء اجتماعی طور پر اس نظام کے ساتھ محکم طور پر وابستہ رہو اور فرقہ پرستی اور پارٹی بازی کو قریب مت آنے دو۔ فرقہ پرستی شرک ہے 30/31-32 اور پارٹی بازی خدا کا عذاب 4/65 ... قرآن کریم کا یہ ارشاد ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ملت کے مضبوط دھاگے پر ہم ہر سال اتحاد تنظیم اور یقین محکم کی گرہیں لگاتے چلے جائیں اور یوں اپنی گرہ (طاقت) کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جائیں لیکن ہم نے وہ عہد ہی توڑ ڈالا جو ہم نے پاکستان بناتے وقت اپنے اللہ سے باندھا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ **لاالہ الا اللہ** کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی محکومیت اختیار نہیں کریں گے ہم نے وہ دستور العمل بھی فراموش کر دیا جو نبی محترم حضرت محمد صلعم نے حجتہ الوداع کے موقع پر ہمیں دیا تھا... کہ تمہاری جان، تمہارا مال، تمہاری عزت آپس میں ایک دوسرے کے لئے ویسی ہی محترم ہیں جیسے آج کا دن۔ یاد رکھو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔ تم سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہو۔ یاد رکھو! تم سب کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ہم نے وہ بیعت بھی توڑ ڈالی جو ہم نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے ہاتھ پر کی تھی۔ یوں لگتا ہے ہماری قوم یہاں آکر حصول پاکستان کے مقاصد کو واہگہ بارڈر پر ہی چھوڑ آئی اور یہاں آکر الاٹمنٹوں کی لوٹ کھسوٹ پر ایسے جھپٹی جیسے بھوکے گدھ مردار پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جائز اور ناجائز کا امتیاز جاتا رہا۔ بدعنوانی اور رشوت کے پھاٹک کھل گئے۔ چالاک اور عیار افراد نے سادہ لوح انسانوں کو اپنی غلامی کے شکنجے میں جکڑ لیا، نتیجہ یہ کہ یہاں ہندو بنئے سے بھی زیادہ ظالم اور سفاک طبقہ وجود میں آگیا، اس فرق کے ساتھ کہ اس کا نام مسلمانوں جیسا ہے۔

سامعین مکرم! ایک وقت وہ بھی تھا جب ہم نے نظریہ پاکستان، کے لئے اپنی جان، اپنے بیوی بچے، اپنا مال، اپنا گھر بار سبھی کچھ قربان کرنے کا عہد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ نصرت (پاکستان) پورا کر دیا لیکن ہم نے صدیوں بعد صبح آزادی کا جلوہ دیکھا تو ہماری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ پھر ہم نے کمزوری دکھائی اور مفاد عاجلہ کے پیچھے پڑ گئے۔

سامعین مکرم! جاگیردار طبقے نے، جس کی وفاداریاں انگریز اور ہندو کے ساتھ وابستہ تھیں، جب دیکھا کہ پاکستان بننا ناگزیر ہے تو اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر اس نے چولا بدلا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد قوم تو مفاد عاجلہ کے پیچھے لگ گئی ایک منظم سازش کے ذریعے قائد اعظم محمد علی جناحؒ اور قائد ملت خان لیاقت علی خان کو شہید کرا کے اقتدار پر قابض ہو گئے وہ دن اور آج کا دن ہم انہی جاگیردار سیاستدانوں اور ان کے لے پالکوں کی گرفت میں ہیں جنہوں نے پہلے اس ملک کو لوٹا اور پھر اسے مغربی سامراج کے پاس رہن رکھ دیا۔

سامعین مکرم! اقتدار پر قابض ہوتے ہی ان لوگوں نے پہلی ضرب دو قومی نظریہ پر لگائی اور اپنے

مذموم عزائم کی تکمیل کی خاطر ایک قوم کو پانچ قوموں میں تقسیم کر دیا جس کے نتیجہ میں ملک دو لخت ہو گیا اور ہمیں عالم اسلام کی بد ترین شکست کی خفت سے دوچار ہونا پڑا۔ مزید سازش یہ کی گئی کہ مروجہ پارلیمانی جمہوری نظام کا راگ اس قدر شدومد اور تسلسل کے ساتھ الاپا گیا کہ ہمیں معلوم ہی نہ ہو سکا کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں اور کیا ہونے والا ہے۔ رہی سہی کسر مخلوط انتخابات کا نعرہ لگا کر پوری کر دی۔ توقع تھی کہ مذہبی پیشوائیت' وطن عزیز کے ان نام نہاد دانشوروں کو آڑے ہاتھوں لے گی لیکن اس کی ساری تگ و تاز مکتب و مسجد تک محدود رہی بلکہ یہی لوگ تھے جنہوں نے دین اسلام کو مذہب میں تبدیل کر کے ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا معرکہ سر کیا۔ یہ جو ان حضرات کی طرف سے کبھی کبھی اسلامی نظام یا نظام مصطفےٰ کا نعرہ سنائی دیتا ہے یہ صرف شعر کا وزن قائم رکھنے کے لئے ہوتا ہے ورنہ 1977ء کے واقعات اور آئے دن کی مذہبی دہشت گردی ہمارے سامنے ہے۔

سامعین مکرم! پاکستان کی بقا اس طرز زندگی میں نہیں جو سیاستدان اور مذہبی پیشوا چاہتے ہیں۔ پاکستان کی بقا اس قرآنی معاشرہ یا ضابطہ حیات میں ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے مکرم و محترم نبی کے توسط سے قرآن کریم میں ہمیں عطا فرمایا ہے جسے موجودہ دور میں سرسید احمد خاںؒ' علامہ محمد اقبالؒ اور غلام احمد پرویزؒ نے قوم کے سامنے پیش کیا اور جس کے نفاذ کے لئے قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے محسوس شکل میں یہ خطہ زمین حاصل کر کے ہمیں دلایا۔ قائد اعظمؒ کی زندگی نے وفا نہ کی اور قرآنی نظام جس کے عملی نفاذ کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا' قائم نہ ہو سکا۔

سامعین مکرم! محترم قائد اعظم محمد علی جناحؒ اور دیگر زعما پاکستان اپنی ذمہ داریاں ادا کر کے چلے گئے اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ قائد کے پاکستان کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے مگر ہم ناخلف نکلے اور اپنی قدیم روش کی طرف پلٹ گئے جس کے نتیجے میں اب ہم موجودہ دوزخ میں تڑپ رہے ہیں اور ہمیں اس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے تنبیہ کی تھی کہ اے جماعت مومنین تم اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ اس نظام کو شخصیتوں کے ساتھ وابستہ مت کرو۔

سامعین محترم! اس وقت پاکستان کے تمام سیاستدان' مذہبی پیشوا اور دانشور فقط مادی ضابطہ حیات پر متفق ہیں۔ پاکستان کا مطلب کیا **لا الہ الا اللہ** ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ ہماری حالت ان قوموں جیسی ہے جو اپنے نصب العین سے روگردانی کی مرتکب ہوتی ہیں۔ ایسی قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ فطرت کے قوانین انہیں تنکوں کی طرح فضا میں اڑا کر دور بہت دور پھینک دیتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کے تباہ حال کھنڈرات آنے والی نسلوں کے لئے نشان عبرت بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس ضمن میں بہت سی اقوام کا ذکر کیا ہے۔ اہل دانش و بینش اس سے خوب آگاہ ہیں۔

پس چہ باید کرد ...؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے ...! کیا ہمیں مایوس ہو جانا چاہیے ...؟ کیا ہماری قوم میں ہنر مندی کی صلاحتیں مفقود ہو چکی ہیں ...؟ کیا ہماری راکھ بالکل ٹھنڈی پڑ چکی ہے ...؟ نہیں محترم

نہیں۔ ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ ابھی اس راکھ میں چنگاری باقی ہے جو بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانا چاہتی ہے۔ طلوع اسلام جس کی بنیاد علامہ غلام احمد پرویزؒ نے 1938ء میں رکھی تھی' یہ مسلسل و پیہم قوم کو پکارتا چلا آرہا ہے کہ اے خدائے واحد کو ماننے والو! اگر تم واقعی نبی اکرمؐ کی محبت کا دم بھرتے ہو۔ اگر تم آزاد اور باوقار قوموں کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو۔ اگر تم دنیا کی امامت کے متمنی ہو تو سن رکھو! یہ خدائے واحد کی محکومیت اختیار کئے بغیر ممکن نہیں۔

سامعین مکرم! ادارہ طلوع اسلام نہ کوئی فرقہ ہے نہ مذہب کے نام پر کوئی سیاسی پارٹی یا گروہ۔ نہ اس کے کوئی سیاسی مقاصد ہیں نہ گروہی عزائم۔ یہ علم و آگہی کی تحریک ہے جو سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اپنی بات دوسروں تک پہنچاتی چلی آرہی ہے۔ نہ ہنگامہ آرائی' نہ توڑ پھوڑ' نہ دشنام طرازی' نہ نعرہ بازی۔ نہ چندوں کی اپیل نہ عطیات کا مطالبہ۔ ایک طرف بے سروسامانی ہے تو دوسری طرف مخالفتوں کا طومار۔ ایک لگن ہے جو شمع قرآنی کے پروانوں کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ یہ لوگ جن میں نہ کوئی سرمایہ دار ہے نہ جاگیردار اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد خانہ کے منہ کا نوالہ روک کر اپنے خون جگر سے اس تحریک کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن --- نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ پرویزؒ صاحب کی وفات کے ساتھ ہی یہ تحریک ازخود دم توڑ دے گی۔ یہ جان کر انہیں مایوسی ہو گی کہ محترم پرویزؒ صاحب کی وفات کے بعد بھی تحریک میں روز افزوں وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ تحریک کسی شخصیت سے وابستہ نہ تھی۔ اس کی بنیادیں ذاتی جذبات یا غیر قرآنی تصورات پر نہیں۔ یہ تحریک قرآن کریم کی عطا کردہ صداقتوں کی بنیاد پر قائم ہے۔ جن شہروں میں تحریک کی شاخیں قائم نہیں وہاں بھی سنجیدہ و فہمیدہ صاحبان علم' تحریک کے لٹریچر سے متاثر ہو کر ازخود قرآن کریم کی تعلیمات عام کر رہے ہیں۔ مذہبی اور سیاسی جنونیوں کا سحر ٹوٹ رہا ہے اور قوم پناہ چاہتی ہے' مفاد پرست سیاستدانوں' سیکولر ذہن رکھنے والے دانشوروں اور نفرتوں کا بیج بونے والے نام نہاد مذہبی راہنماؤں سے کہ بہت ہو چکا۔ کاش یہ قوم جان لے کہ اس کی ساری مشکلات کا حل قرآن کریم کی عطا کردہ مستقل اقدار کو اپنانے میں ہے۔

نیست ممکن جز بقراں زیستن

طلوع اسلام کا یہی نصب العین ہے اور پاکستان کی پچاسویں سالگرہ کے لئے یہی اس کا پیغام ہے۔

***

پاکستان میں
علامہ غلام احمد پرویزؒ
کا درسِ قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیسل۔ رابطہ: گل بہار صاحبہ	بروز منگل	4 بجے شام
2- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیسل۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
3- اوکاڑہ	نیو میٹک حبیب فلور مل نزد بس سٹاپ L/2/54 رابطہ: شیخ احسان الحق فون: 520270/520258	جمعۃ المبارک	4 بجے شام
- منگورہ سوات	ڈیرہ اقبال اوریس 'عقب مہران ہوٹل گرین چوک فون۔ 710917	ہر دوسرے جمعہ	2 بجے دوپہر
4- بورے والا	برمکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر 5۔ رابطہ فون: 5538	پہلا اور تیسرا اتوار	10 بجے صبح
5- بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون نمبر 876785	جمعۃ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
6- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثاقی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ: 840945	ہر بدھ و جمعہ	5 بجے شام
7- پشاور	برمکان ابن امین فقیر آباد	جمعۃ المبارک	4 بجے شام
8- پیر محل	مکان نمبر 140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
9- پنج گرئیں	برمطب حکیم احمد دین	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
10- جہلم	برمکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد 'جی۔ ٹی روڈ	جمعۃ المبارک	4.30 بجے شام
11- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
12- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الٰہی کونسلر بلدیہ پیر ہٹ بازار	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
13- چک 215 ای۔ بی	برمکان چوہدری عبدالحمید	اتوار	9 بجے صبح
14- حیدرآباد	B-12 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر رابطہ فون۔ 654906	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
15- راولپنڈی	بمقام E-47/4385 اپر سٹوری ہائی وے آٹوز نزد لئی گوا منڈی راولپنڈی فون: 74752	جمعۃ المبارک	4.30 بجے شام
16- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
16A- سرگودھا	B-4 گلی نمبر 7 بلاک 21 نزد کی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
17- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعۃ المبارک	3.30 بجے شام

شہر	مقام	دن	وقت
18- کراچی	کراچی سی بریز' روم نمبر 105 شارع فیصل	اتوار	9.30 بجے صبح
		جمعہ	5 بجے شام
	رابطہ شفیق خالد- فون: 0201-713575		
19- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر 16 گلشن مارکیٹ' 36/C ایریا کورنگی 5	جمعہ	11.30 بجے صبح
	رابطہ: محمد سرور' فون: 5046409	بروز پیر	بعد نماز مغرب
20- کراچی صدر	محمد اقبال مکان نمبر BI-65 اختر کالونی کراچی 75500	اتوار	10 بجے صبح
	رابطہ فون: 5892083		
21- کوہاٹ	بر مکان شیر محمد' نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
22- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ- رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
23- گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ' سول لائنز	جمعۃ المبارک	بعد از نماز جمعہ
24- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
25- گھوے کے (سیالکوٹ) بر مکان محمد حسین گھمن		ہر ماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے
26- لاہور	25- بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9.30 بجے صبح
27- لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ	جمعۃ المبارک	بعد نماز عصر
	رابطہ فون: 42714		
28- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعہ	5/1/2 بجے شام
29- ماموں کانجن	بر مکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
	رابطہ فون: 04610-345		
30- نواں کلی	رابطہ لیکچرار- ایم- طارق	اتوار	صبح 10 بجے
31- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو	جمعۃ المبارک	بعد نماز عشاء
	سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو		
30- واہ کینٹ بر مکان محمد اکرم خان 21-FC/231		بروز بدھ	چھ بجے شام

سعودی عرب میں مقیم حضرات محترم آصف جلیل صاحب (P.O.Box 693) ریاض 11421 سے رابطہ قائم کریں۔

نوٹ۔ ہفتہ وار چھٹی کی تبدیلی کے پیش نظر نئے اوقات سے مطلع فرمائیں۔

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

DARS-E-QURAN (ABROAD)

(Recorded Lectures of Allama Ghulam Ahmad Parwez ®
BOOKS AND MAGAZINE TOLU-E-ISLAM ARE ALSO AVAILABLE AT THE FOLLOWING PLACES

DENMARK

Muhammad Afzal Khilji	Last Sat
Gammel Kongevej 47, 3.th., 1610 Kobenhavn V	1900 Hrs

KUWAIT

Flat No. 6, Floor No. 3	Friday
Taher Bu Hamad Building Opposite Al-Othman Mosque,	9.30 Hrs.
Hawally, Kuwait	

NORWAY

Galgeberg, 4th floor	Sunday.
Trosvik Snippen.3	1200 Hrs
1610 Fredrikstad	

LONDON

76 Park Road Ilford Essex	First Sunday
Phone 081-553-1896	1430 Hrs.

CANADA

627 The West Mall	First Sunday
Suite 1505 Etobicoke, ONT M9C 4W9	1100 Hrs.
(416) 245-5322 or 620-4471	

WHERE ELSE? PLEASE LET THE IDRA KNOW

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی محمد چدھڑ

غلام احمد پرویزؒ کے افکار پر ایک نظر

روزنامہ پاکستان کی 11 نومبر 1997ء کی اشاعت میں جناب الطاف جاوید صاحب کا مقالہ بعنوان " غلام احمد پرویز کے افکار پر ایک نظر " پڑھا۔ لکھتے ہیں پرویز صاحب نے بڑی محنت سے سوشلسٹ معیشت کا قرآن کی اساس پر اثبات کیا اور اسلام کی روشن توجیہ سے گراں قدر لٹریچر تخلیق کیا مگر تبدیلی حالات کا جو داعیہ لے کر وہ اٹھے تھے اسے پورا نہ کر سکے۔ نیز یہ کہ نماز روزہ جیسے ارکان میں امت کے تعامل کو نظر انداز کر کے وہ امت کے سواد اعظم کے دھارے سے الگ ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے جاوید صاحب نے یا تو علامہ پرویز کو پڑھا ہی نہیں یا اپنے ہادی و مرشد " مارکس " کا قصیدہ پڑھنے کے لئے پرویز صاحب کو مہرہ بنانے کی کوشش کی ہے' ورنہ ہو نہیں سکتا کہ پرویز صاحب کا لٹریچر انہوں نے پڑھا ہو اور پرویز صاحب کا یہ اعلان ان کی نگاہ سے نہ گزرا ہو جس میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ یہ خطہ زمین چونکہ قرآنی نظام کی آماجگاہ بنانے کے لئے حاصل کیا گیا تھا اس لئے میں نے یہ اپنا فریضہ سمجھا کہ قوم کو بتاؤں کہ قرآنی نظام کیا ہے اور اسے کس طرح نافذ کیا جا سکتا ہے۔ میرا فریضہ اپنی بساط کے مطابق قرآنی تعلیمات کو عام کئے جانا ہے۔ میری کوشش کب نتیجہ خیز ہو گی یہ میری Worry نہیں اس سے بڑھ کر پرویز صاحب کا کوئی داعیہ تھا ہی نہیں جسے پورا نہ کرنے کا الزام ان پر دھرا جائے۔

ارکان اسلام کی بجا آوری میں طلوع اسلام اتنا ہی Committed ہے جتنے دوسرے مسلمان۔ نماز ہم بھی پڑھتے ہیں مگر اس فرق کے ساتھ کہ جمہور مسلمانوں سے الگ نہ ہماری کوئی مسجد ہے نہ طریق۔ اجتماعات میں نماز کا احترام نہ کرنے کا الزام غلط اور بے بنیاد ہے۔ تصوف کے بارے میں علامہ اقبالؒ یا کسی دوسرے مذہبی پیشواء سے پرویز صاحب کا اختلاف جس کا ذکر الطاف جاوید صاحب نے کیا ہے اصولی تھا جس کی بنیاد پرویز صاحب کے نزدیک اللہ کی کتاب ہے۔

اصل بات جو الطاف جاوید صاحب کہنا چاہتے تھے یہ ہے کہ (1) موجودہ عہد مارکس کا عہد ہے۔ (2) مارکس کے معاشی اور عمرانی تجربات کو سمجھے بغیر کوئی انسانی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ (3) موجودہ عہد میں اس تاریخی اور معاشی فلسفہ کو مارکس اور سوشلسٹ مفکرین نے بڑے سائنسی انداز میں پیش کیا ہے (4) ہر اس انقلابی تحریک کو جو غیر طبقاتی معاشرہ قائم کرنے کا عزم رکھتی ہو' مارکس کے افکار سے استفادہ کرنا چاہیے۔ الطاف جاوید صاحب نے مزید فرمایا ہے کہ مارکس سے پہلے مفسرین قرآن میں سے کسی نے غیر طبقاتی نظام کا ذکر نہیں کیا۔ الطاف جاوید صاحب کی اس بات کو درست مان لیا جائے تو بھی ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے کہ چلئے مارکس ہی سہی کسی نے تو قرآن کا معاشی نظام سمجھا۔ قرآن کریم نے یہ نظام چودہ سو سال پہلے دیا تھا اور کمیونزم کا نظام بیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ اس لئے یہی کہا جائے گا کہ کمیونزم نے معاشی نظام اسلام سے لیا ہے نہ یہ کہ اسلام اس نظام کو کمیونزم سے مستعار لے رہا ہے۔ تاہم قرآن اور کمیونزم کے معاشی نظام میں اگر کوئی مماثلت ہے تو بھی یہ کہنا اتنا ہی غلط ہے کہ اسلام اور کمیونزم ایک ہی ہیں

اور یہ کہ مسلمانوں کو مارکس کے افکار سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ایسا کہنے والے نہ اسلام کو سمجھتے ہیں نہ کمیونزم سے آگاہ ہیں۔ کمیونزم اس معاشی نظام کا نام نہیں جو روس اور چین میں رائج ہے۔ کمیونزم ایک مخصوص فلسفہ زندگی یا نظریہ حیات ہے جس پر اس کے معاشی نظام کی عمارت استوار ہے۔ اسی طرح اسلام بھی کسی معاشی یا سیاسی نظام کا نام نہیں۔ یہ ایک فلسفہ زندگی اور نظریہ حیات ہے جس کی بنیادوں پر اس کے تمام نظام استوار ہوتے ہیں۔ یہ دونوں نظریئے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مارکس کی اس بات سے انکار نہیں کہ انسانیت کی معاشی مشکلات کا حل اسی اصول پر عمل پیرا ہونے میں ہے کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کام کرے اور اپنی ضروریات کے مطابق لے۔ لیکن مارکس کو وہ بنیاد نہ مل سکی جس پر اس نظام کی رفیع الشان عمارت استوار ہو۔ وہ جذبہ نہیں مل سکا جو اتنے بڑے ایثار کا محرک بن سکے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ نوع انسان کی مشکلات کا حل اس نظام میں ہے جس میں:۔

1۔ تمام افراد کے رزق' ضروریات زندگی' مہیا کرنے کی ذمہ داری اس نظام کے سر ہو جو اقدار خداوندی کے مطابق قائم ہو۔ (11/6)

2۔ یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ بنیادی سرچشمہ رزق' ارض پر کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو' بلکہ یہ نظام کی تحویل میں رہے۔ (45/27)

3۔ اس میں ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق محنت کرے۔ (53/39)

4۔ اس محنت کے ماحصل میں سے صرف اپنی ضروریات کے لئے لے' باقی سب اپنے دل و دماغ کی کامل رضامندی سے دوسرے ضرورت مندوں کے لئے چھوڑ دے۔ (2/219)

5۔ بلکہ عند الضرورت' جن کی ضرورت زیادہ ہو' انہیں اپنے آپ پر ترجیح دے۔ (59/2)

6۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کرے کہ یہ اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اس کے لئے وہ نہ کسی سے ستائش کا متمنی ہو نہ صلہ کا امیدوار۔ (76/9)

7۔ اور ایسا عمر بھر کرتا چلا جائے۔ (3/101)

وہ محور جس کے گرد اس نظام کی مشینری گردش کرتی ہے قرآن کے الفاظ میں یہ ہے کہ وسائل رزق ہوں یا انسانی صلاحیتیں' ان میں سے کوئی چیز بھی میری اپنی نہیں۔ یہ سب خدا کی عطا فرمودہ ہیں (16/53) جو کچھ مجھے حاصل اور میسر ہے' نہ وہ میری ملکیت ہے نہ میرے کسب و ہنر کا نتیجہ۔ یہ سب خدا کا عطا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے نیز یہ کہ زندگی کا مقصد انسانی ذات کی نشو و نما ہے اور انسانی ذات کی نشو و نما اس طرح ہوتی ہے کہ انسان پوری محنت سے کمائے اور زیادہ سے زیادہ دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بطیب خاطر دیدے۔ جس شخص کا اس فلسفہ حیات پر ایمان ہو گا وہ زیادہ سے زیادہ محنت کرے گا اور کم سے کم اپنے لئے رکھ کر باقی سب اپنے دل کی کامل رضامندی سے دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے دے دیگا۔ کمیونزم اس قسم کا فلسفہ حیات پیدا کر ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ روس نے مظلوم و مقہور مزدوروں کو آواز دی کہ اٹھو! اور ان دولت مندوں کو لوٹ کر انہیں ختم کر دو۔ وہ اٹھے اور انہیں ختم کر دیا۔ ان کا یہ عمل انتقام کے جذبہ کی پیداوار تھا۔ جب دولت مند باقی نہ رہا تو جذبہ انتقام بھی جاتا رہا اور اس طرح وہ عمارت جو اس جذبے پر قائم تھی تادیر قائم نہ رہ سکی۔ یہ ہے بنیادی نقص کیمونزم کے فلسفہ حیات کا جس کی وجہ سے ان کا معاشی نظام قائم نہ رہ سکا۔ سب سے اہم بات جس پر جناب الطاف جاوید صاحب نے زور دیا ہے یہ ہے کہ جب تک استحصال

کے عمل کو سائنسی اساس پر محنت کشوں اور پسماندہ افراد پر واضح نہ کیا جائے گا اور اس کے لئے مصائب برداشت نہ کئے جائیں گے یہ جدوجہد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی مراعات یافتہ طبقہ ختم ہو گا۔ وہ سائنسی بنیاد جس کے بل بوتے پر وہ انقلاب لانا چاہتے ہیں' مبلغین سوشلزم کے الفاظ میں ایک ایسا انقلاب ہے۔ جس کی رو سے آبادی کا ایک حصہ دوسرے حصے پر اپنا اختیار و تسلط' قوت و استبداد' نوک شمشیر' گولیوں کی بوچھاڑ اور آتشیں گولوں کے دھماکے سے زبردستی قائم کرتا ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک انقلاب قلب کی گہرائیوں سے ابھرتا ہے' اس لئے ان کی کوشش رہی کہ اہل ایمان پر اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ نظام ربوبیت قرآن کریم کا تجویز کردہ نظام ہے اور اسے اپنے ہاں رائج کرنا اسلام کا تقاضا ہے۔ اب رہا الطاف جاوید صاحب کا یہ اعتراض کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود عملی زندگی میں پرویز صاحب کی پیش کردہ فکر کوئی خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکی تو اس کے جواب میں ہم مارکس کے معاشی اور عمرانی تجربات کا ادراک رکھنے والے سوشلسٹ مفکر اور انقلاب چین کے قائد آنجہانی ماؤزے تنگ کا یہ بیان کافی سمجھتے ہیں جو پیکنگ ریویو بابت مارچ 70 میں شائع ہو چکا ہے۔

"دانشوروں کا مسئلہ آئیڈیالوجی کا مسئلہ ہے اور آئیڈیالوجی سے متعلق مسائل کو حل کرنے کے لئے جبر و استبداد کے بھونڈے طریقے' نہ صرف یہ کہ مفید نہیں ہوتے بلکہ یہ (تحریک کے لئے) نقصان رساں ہوتے ہیں۔ ہمارے رفقاء کو معلوم ہونا چاہیے کہ نظریاتی تبدیلی کے لئے بڑے طویل المیعاد' صبر آزما اور استقامت طلب پروگرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے (اور نہ ہی ایسی کوشش کرنی چاہیے) کہ وہ محض چند لیکچروں اور جلسوں سے لوگوں کے نظریات میں تبدیلی پیدا کر دیں گے۔ قوموں کے نظریات صدیوں میں جا کر مرتب ہوتے ہیں اس لئے انہیں راتوں رات بدلا نہیں جا سکتا۔ یہ کام جبر و استبداد سے نہیں ہو گا۔ لوگوں کے قلب و دماغ کو رفتہ رفتہ اس تبدیلی کے لئے آمادہ کرنا ہو گا۔"

آنجہانی موؤزے تنگ کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے پرویز صاحب نے لکھا تھا۔

"آپ سوچئے کہ جب اس انقلاب کے لئے جسے محض خارجی معاشرہ میں برپا کرنا مقصود ہو' اس قسم کے طویل المیعاد صبر آزما پروگرام کی ضرورت ہوتی ہے تو اس انقلاب کے لئے جس میں انسان کے غلط معتقدات' نظریات' تصورات' اعمال و افکار کو صحیح نظریات سے بدلنا اور انسانی سیرت و کردار کے ہر گوشے کو ایک جدید قالب میں ڈھالنا مطلوب ہو' کس قدر سکون و ثبات کے ساتھ صبر آزما مراحل میں سے گزرنا ہو گا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ غریبوں اور محتاجوں کی مصیبتوں کو علی حالہ رہنے دیں اور ان کی کوئی مدد نہ کریں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ اپنا نصب العین قرآنی نظام رکھیں جس میں ہر نوع کی غلامی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس نصب العین تک بتدریج پہنچا جائے گا۔ اس لئے اس کی طرف اس طرح قدم بڑھائیے کہ ملک میں فساد نہ برپا ہونے پائے اور ضرورت مندوں کی خالی کی شکلیں نکلتی چلی جائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے نوجوانوں کے دل میں قانون شکنی اور سرکشی کے جذبات ابھارنے کے بجائے' انہیں قانون کا احترام سکھایا جائے اور ان میں مسائل حل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ اگر پیش نظر مقصد' موجود نظام میں (جیسا کچھ یہ ہے) اقتدار حاصل کرنا ہے' تو اس کے لئے بھی نہایت پرامن آئینی طریق اختیار کیا جائے۔ ملک میں معاشی تبدیلی کے لئے قانونی اصلاحات کی طرف قدم اٹھایا جائے۔ لیکن اسے اپنے پروگرام کا منتہی نہ سمجھ لیا جائے۔ اسے محض عارضی تدبیر سمجھا جائے۔ منتہیٰ' افراد قوم کے قلب و دماغ میں صحیح قرآنی تبدیلی' قرار دی

جائے۔ اس تبدیلی کی بنیادی شرط ایمان بالآخرت ہے۔ یعنی اس حقیقت پر کامل یقین کہ انسان کا کوئی عمل حتیٰ کہ اس کے دل میں گزرنے والے خیالات تک بھی اپنا نتیجہ پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتے' اور ان نتائج کا خمیازہ ہر انسان کو بھگتنا ہو گا' خواہ وہ اس زندگی میں سامنے آجائیں اور خواہ مرنے کے بعد --- اس ایمان کے بعد' قانون کی اطاعت' یا مستقل اقدار کی پابندی' نہ پولیس کے ڈر سے کی جائے گی۔' نہ قید و بند کے خوف سے۔ یہ چیز' اس شخص کے دل کی آواز اور زندگی کا تقاضا بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ جسے اسلامی نظام کہتے ہیں وہ اس وقت قائم ہو گا جب کیفیت یہ ہو کہ یہ لوگ (اے رسولؐ) اپنے ہر نزاعی معاملہ کے تصفیہ کے لئے تیری طرف رجوع کریں اور پھر جو فیصلہ تو دے' اس کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کریں کہ ان کے دل کی گہرائیوں میں بھی اس کے خلاف کوئی گرانی محسوس نہ ہو (4/65)۔ جب تک معاشرہ میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو' آپ کسی نظام کو اسلامی نہیں کہہ سکتے خواہ اس کی شکل و صورت کیسی ہی اسلامی کیوں نہ دکھائی دے اور ظاہر ہے کہ قلب و نگاہ میں ایسی تبدیلی' ہنگامہ خیزیوں اور زور آمائیوں سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف فکری تحریک سے پیدا ہو سکتی ہے جس کا مقصد' افراد معاشرہ کی قرآنی خطوط پر تعلیم و تربیت ہو۔ میں نے عزیزان من! جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا ہے' تحریک پاکستان میں' اپنی بساط کے مطابق حصہ لیا تو اس لئے کہ میرا ایمان تھا کہ اسلام ایک زندہ نظام حیات اسی صورت میں بن سکتا ہے جب اس کی اپنی آزاد مملکت ہو اور اس مملکت میں اسلامی نظام اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب نونہالان ملت کی تعلیم و تربیت قرآنی خطوط پر کی جائے جس سے ان کی کیفیت یہ ہو جائے کہ مستقل اقدار خداوندی کی پابندی ان کی زندگی پر کی جائے جس سے ان کی کیفیت یہ ہو جائے کہ مستقل اقدار خداوندی کی پابندی اس نہج کا داخلی تقاضا بن جائے' اور اس کے خلاف ان کے دل کی گہرائیوں میں بھی کوئی گرانی محسوس نہ ہو۔ میں نے اس کے لئے طلوع اسلام کی فکری تحریک کی بنیاد رکھی جو بتوفیق ایزدی اس کامل سکوت و سکون سے اس طرح آگے بڑھتی چلی گئی جس طرح طلوع ماہتاب کے ساتھ چاندنی کی حسین چادر' نہایت خاموشی سے' فرش صحرا پر بچھتی اور پھیلتی چلی جاتی ہے۔" طلوع اسلام جولائی 1970ء

الطاف جاوید صاحب کا یہ کہنا کہ پرویز صاحب مستبد طبقوں سے خائف رہے حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ ان کی مشہور زمانہ کتب "نظام ربوبیت" "خدا اور سرمایہ دار" اور سینکڑوں خطابات اور مقالے غالباً" الطاف جاوید صاحب کی نگاہ سے نہیں گزرے۔

الطاف جاوید صاحب اگر کمیونسٹ ہیں تو انہیں کمیونزم کے پرچار کا یقیناً" حق پہنچتا ہے لیکن اس کے لئے ان کا برہمو سماجی رویہ اور شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی قسم کا دین اپنانے کا مشورہ ہمارے لئے تکلیف دہ ہے۔ یہ درست ہے کہ قرآن کے مطابق خالق کائنات نے ہر قوم کی طرف ہادی بھیجے ہیں اور وہ یقیناً" برحق تھے مگر تاریخ شاہد ہے کہ ان میں سے کسی کا لایا ہوا ضابطہ حیات بھی مرور زمانہ اور انسانی دست برد سے محفوظ نہیں رہا اور وہ تمام سچائیاں اور ابدی ہدایات اب قرآن کریم میں محفوظ کر دی گئی ہیں لہٰذا قرآن کریم پر ایمان لانے کا مطلب ان تمام کتابوں کو تسلیم کرنا ہے جو بھی نازل ہوئی تھیں' ان پر عمل بھی ہوتا رہا مگر اب وہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں۔ الطاف جاوید صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ پرویز صاحب نے مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ لیتے وقت دوسرے مذاہب کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ پرویز صاحب کی مذکورہ کتاب شروع ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ ایک مسلمان اس بات پر **مکلف** ہے کہ وہ ایمان لائے

کہ:۔

1۔ دنیا کی ہر قوم میں خدا کے رسول آئے۔
2۔ ان رسولوں کی رسالت کے بارے میں ہم کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ یہ سب حضرات" ہمارے لئے یکساں طور پر واجب الاحترام ہیں۔
3۔ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ ان حضرات انبیاء کرامؑ کی طرف' خدا کی طرف سے سچی تعلیم آئی تھی۔ للذا وہ سچی تعلیم بھی ہمارے نزدیک واجب الاحترام ہے۔
4۔ انہی حضرات (انبیا کرامؑ) کی عزت اور احترام کا تقاضا ہے کہ ہم اس بات کا اعلان کریں کہ کوئی ایسی تعلیم' جو علم و صداقت کے معیار پر پوری نہ اترے' ان حضراتؑ کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ وہ ان کی طرف غلط منسوب کی جاتی ہے۔

للذا جب ان کتابوں کے اس قسم کے اقتباسات آپ کے سامنے آئیں تو اس وقت یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان سے کسی کی تنقیص و تحقیر قطعاً" مقصود نہیں۔ یہ ایک مورخانہ معروضی مطالعہ (ObjectiveStudy) ہے۔ جہاں تک احترام کا تعلق ہے' ہمارے دل میں ان بزرگوں کا احترام ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے' جو انہیں اپنا بانی مذہب مانتے ہیں۔

***

سہ ماہی آواز

مدیر اعزازی۔ پروفیسر رفیع اللہ شہاب　　مدیر۔ محمد شعیب عادل

اسلام' تاریخ' سائنس' معاشیات' فلسفہ' حالات حاضرہ' ادب اور آرٹ پر ملک کے نامور اہل قلم کی تحریروں سے مزین سہ ماہی " آواز " چھپ کر آگیا ہے نیز اس میں عربی اور انگریزی مضامین کے تراجم بھی شامل ہیں۔

قیمت =/60 روپے　سالانہ =/240 روپے　بیرون ملک سالانہ =/1500 روپے

رقم آواز فاؤنڈیشن برائے تعلیم کے نام بذریعہ ڈرافٹ یا منی آرڈر بھیجیں

آواز فاؤنڈیشن برائے تعلیم

31 سیکنڈ فلور حفیظ سینٹر مین گلبرگ لاہور۔ پاکستان

فون۔ 7122981' 576-4484 فیکس۔ 712981

Email: awaz@ usa.net,

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد عصمت ابو سلیم

چیونٹی

اگرچہ میں موقر" طلوع اسلام " کا باقاعدہ قاری نہیں ' تاہم جب کبھی میرے علم میں آتا ہے کہ اس کے کسی شمارہ میں میری دلچسپی کے کسی موضوع پر کوئی تحقیق شائع ہوئی ہے تو میں وہ شمارہ حاصل کر کے مطالعہ کرنے میں کسی سہل انگاری سے کام نہیں لیتا۔ چنانچہ گذشتہ سال جب علامہ رحمت اللہ طارق کا ایک تحقیقی مقالہ "طلوع اسلام " کے تین شماروں اگست ' ستمبر اور اکتوبر 1996ء میں بعنوان "وادی نمل کی ہشیار ملکہ " شائع ہوا تھا' تو میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ علامہ موصوف نے اس موضوع سے متعلق تمام گوشوں پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور "نمل " کو چیونٹیوں کے معنی میں نہ لینے پر فکر انگیز قرائن کا انبار لگا دیا ہے۔

وسط اکتوبر 1997ء میں ' مجھے معلوم ہوا کہ موقر مجلّہ اشراق لاہور نے علامہ موصوف کے مذکورہ بالا مقالہ کے رد میں جناب طالب محسن ' استاذ کلیۃ حدیث کا مقالہ " چیونٹی " کے عنوان سے شائع کیا ہے اور اس میں علامہ صاحب کے استدلال کو ہدف تنقید بنایا ہے تو استاد محترم کے افکار سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے اشراق اکتوبر 97ء خرید کر پڑھا۔ اس مقالہ میں جناب طالب محسن کے ایک گذشتہ مضمون کا حوالہ بھی دیا گیا ہے' چنانچہ وہ بھی تلاش کر کے مطالعہ کیا۔ ان کا اس موضوع پر پہلا مضمون مجلّہ اشراق کے شمارہ مئی 1996ء میں چھپا تھا۔

چونکہ قارئین " طلوع اسلام " علامہ صاحب کی تحقیق سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں' اس لئے ان کے دلائل کا یہاں اعادہ غیر ضروری ہو گا۔ جناب طالب محسن نے کچھ ایسی باتیں بھی کی ہیں' جنہیں علامہ صاحب نے درخور اعتناء نہیں سمجھا لہذا میں نے اپنے اس مقالہ میں ان باتوں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اور حتی الوسع اختصار سے کام لیا ہے۔

مازن کا لغوی معنی چیونٹیوں کے انڈے (بیض النمل) ہے لیکن اس نام کا ایک قبیلہ بھی ہے۔ چنانچہ "المنجد فی الاعلام " میں ہمیں یہ عبارت ملتی ہے:۔

" مازن " ذکر هذا الاسم فی لائحة کبریات القبائل العربیة اشهر من عرف منها مازن تمیم' وکان منهم الحکم فی سوق عکاظ۔ لم یرتدوا عن الاسلام کسائر تمیم' ساهموا فی فتوحات آسیا (عرب کے بڑے بڑے قبائل کی فہرست میں اس نام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان معروف قبائل میں سے مشہور ترین قبیلہ مازن تمیم ہے۔ عکاظ کی منڈی میں ثالث انہیں میں سے ہوتا تھا۔ باقی بنو تمیم کی طرح مازن مرتد نہیں ہوئے۔ انہوں نے ایشیا کی فتوحات میں بھی حصہ لیا تھا)

دیوان الحماسہ میں ایک شاعر کہتا ہے:۔

لوکنت من مازن لم تستبح ابلی بنو اللقیطة من ذهل بن شیبانا(اگر میں (قبیلہ) مازن سے ہوتا تو ذہل ابن شیبان کی رذیل عورت کے بیٹے میرے اونٹ لوٹ کر نہ لیجاتے)

مندرجہ بالا اقتباسات میں مازن کے ساتھ بنو' بنی' آل یا معشر کا بادئہ (Prefix) موجود نہیں' حالانکہ یہ ایک مشہور عرب قبیلہ ہے۔ یہی حال "نمل" کا ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے قبیلے ان کے جد امجد کے نام (امیہ' عباس) پر ہیں امیہ کو امیہ اور عباس کو عباس ہی کہا جائے گا۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ جد امجد کے نام قبیلہ کے کسی اور فرد کا نام نہ ہو' مثال کے طور پر بنو عباس میں متعدد لوگوں کا نام عباس تھا۔ اگر بنی اسد میں کسی شخص کا نام اسد ہو تو اسے اسد کے بجائے اسدی نہیں کہا جائے گا۔

اسم علم (Proper name) کسی معین شخص کا نام ہوتا ہے۔ عربی میں بعض اسم علم غیر منصرف ہیں یعنی حالت رفعی میں ان کے آخری حرف پر ایک پیش اور حالت **نصبی** و حالت جری میں صرف ایک ایک زبر آتی ہے۔ جب کہ منصرف اسماء کے آخری حرف پر دو پیشیں (ٌ) حالت نصبی میں دو زبریں (ً) اور حالت جری میں دو زیریں (ٍ) آتی ہیں۔

اگر کسی معین شخص کی صفات کا حامل کوئی اور بھی ہو یا ہوں تو غیر منصرف اسماء کو منصرف اسم بنانا ضروری ہے۔ فرعون عربی میں غیر منصرف ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے **واغرقناء آل فرعون** (2:50) (اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا) مثل مشہور ہے ہر فرعونے را موسیٰ اسے عربی میں منتقل کرنے پر فرعون کو منصرف استعمال کیا جائے گا یعنی ہم کہیں گے **لکل فرعون موسیٰ**

اگر ایسے کسی نام کی جماعت میں کا ایک فرد مراد لیں' تو ھدایۃ النحو نے اس کی مثال کے طور پر یہ جملے پیش کئے ہیں :۔

جاء نی طلحتہ و طلحتہ آخر (میرے پاس طلحہ آیا اور ایک اور طلحہ آیا) **قام عمر و عمر آخر**(عمر کھڑا ہوا اور عمر جیسا ایک اور عمر کھڑا ہوا) **ضرب احمد و احمد** آخر (احمد نے مارا اور ایک دوسرے احمد نے مارا)

نملة بھی طلحہ کے وزن پر اسم علم ہے نملہ کو طلحہ کی طرح نکرہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم (نمل) کی ملکہ تھی۔ ہو سکتا ہے اس قبیلہ کے جد یا جدہ کا نام بھی نملہ ہو۔ اور یہ ملکہ اسی نام کی حامل ہو۔ بنابریں آیت کریمہ (27/18) کی تشریح میری دانست میں کچھ اس طرح ہو گی۔

حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملة (تملکھم) یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم (الخ) (مفہوم : یہاں تک کہ جب وہ (حضرت سلیمان اور انکا لشکر) وادی نمل میں پہنچے تو ایک نملہ نے (جو وادی والے نملوں کی ملکہ تھی) کہا: اے نملو! اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ (الخ)

دارالعودة بیروت کی شائع کردہ کتاب "الشیطان یحکم" مصطفیٰ محمود کے مقالات پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے ایک تحقیقی مقالہ کا نام بیت النمل ہے۔ جس میں چیونٹیوں کی طرز زندگی پر بڑے دلچسپ پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ چیونٹیوں کے طریقہ اظہار کے متعلق لکھتے ہیں : **وللنمل لغة یتخاطب بھا** ..

وبدون هذا التخاطب ماكان يمكن ان يوزع الوظائف و يقيم نظاما اجتماعيا تتباين فبه الاختصاصيات وعلماء البيولوجيا يقولون لنا ان النمل يتخاطب عن طريق القبلات بلغة كيميائية خاصة يفرزها مع اللعاب .... وبدل الحروف المنطوقة ... هناك در جات و انواع مختلفة من المذاق

(چیونٹیوں کا ایک طریقہ اظہار ہے' جس کے ذریعے وہ ایک دوسرے سے گفتگو کرتی ہیں۔ اس بات چیت کے بغیر چیونٹیوں کے لئے فرائض منصبی کی تقسیم اور مہارت کے مختلف میدانوں پر مشتمل ایک اجتماعی نظام قائم کرنا ممکن نہ تھا۔ ماہرین حیاتیات ہمیں بتاتے ہیں کہ چیونٹیوں کی آپس میں گفتگو بوسوں (کے تبادلہ) کے ذریعہ خاص کیمیاوی الفاظ میں ہوتی ہے جو چیونٹیاں لعاب دہن کے ساتھ نکالتی ہیں اور بولے جانے والے حروف کے بدلہ میں ذائقہ کے مختلف درجے اور انواع ہوتے ہیں۔)

اس اقتباس سے جہاں قارئین کو یہ معلومات حاصل ہوں گی کہ چیونٹیوں کی باہمی گفتگو کا ذریعہ بوسہ بازی ہے' وہاں یہ بھی ان کے علم میں آئے گا کہ النمل بمعنی چیونٹیاں جب بطور اسم جنس استعمال ہوتا ہے تو اسم جنس کے قاعدہ کے مطابق ان کے لئے مذکر واحد کے صیغے اور ضمیر استعمال کئے جاتے ہیں جیسے اوپر نقل گئی عبارت میں **یتخاطب' یوزع' یقیم** اور یفرز سے ظاہر ہے۔

قارئین نے یہ بھی محسوس کیا ہو گا کہ مازن کے لئے' جو ایک مشہور عرب قبیلہ ہے' **المنجد فی الاعلام** نے جمع مذکر کے ضمیر اور صیغے استعمال کئے ہیں۔ جیسے " **منهم** " میں " **هم** "' " **لم يرتدوا** " اور " **ساهموا** " کیونکہ مراد قبیلہ کے افراد ہیں۔ نمل بھی ایک قبیلہ ہے' لہٰذا قرآن مجید نے اس قبیلہ کے افراد کے لئے جمع مذکر کے ضمیر اور صیغے استعمال کئے ہیں۔

جہاں تک " **النحل** " کا تعلق ہے تو تفسیر الخازن میں بتایا گیا ہے **(النحل) يذكر ويونث وهى مونثة فى لغة الحجاز و كذا انثها الله تعالى** (نحل مذکر و مونث دونوں طرح بولا جاتا ہے حجاز کی لغت میں مونث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے مونث کے صیغے میں بیان فرمایا ہے۔

جانوروں کے لئے جمع مونث کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ قارئین آگے چل کر دیکھیں گے۔ اسی لئے جن تفاسیر نے " نمل " کو چیونٹیوں کے معنی میں لیا ہے انہوں نے آیت (28/18) کی تفسیر میں برملا اعتراف کیا ہے کہ " اصولا " " **ادخلوا** " کے بجائے (جو جمع مذکر کا صیغہ ہے) " **ادخلن** " کہنا چاہیے تھا' (جو جمع مونث کا صیغہ ہے) علی سبیل المثال خازن میں ہے۔

یا ایها النمل ادخلوا مساکنکم ولم یقل ادخلن لانه جعل لهم عقولا" کالادمیین فخوطبوا خطاب الادمیین و هذا لیس بمستبعد ان یخلق الله فیها عقلا و نطقا فانه قادر علی ذلک۔

ترجمہ:۔ اس آیت **یا ایها النمل (الخ)** میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ادخلن نہیں فرمایا کیونکہ اللہ عزوجل نے ان (چیونٹیوں) کے لئے انسانوں جیسی عقلیں بنائیں چنانچہ ان سے اس طرح خطاب کیا گیا جیسے انسانوں سے کیا جاتا ہے۔ ان (چیونٹیوں) میں عقل اور صاف بولی کی تخلیق کرنا اللہ جل شانہ کے لئے کوئی بعید

از قیاس بات نہیں کیونکہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔
لیکن قرآن مجید میں تو علیحدہ سے کہیں ذکر نہیں کیا گیا کہ باری تعالیٰ نے چیونٹیوں کو انسان جیسی عقل اور بولی سے نوازا ہوا ہے۔ تفسیر خازن کی یہ توجیہ پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ نمل کے لئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمیر استعمال نہیں کئے جا سکتے جب تک یہ نہ مانا جائے کہ انہیں انسانوں جیسی عقل اور زبان عطا کی گئی ہے۔ یہ بات کہ چیونٹی نے کچھ کہا جسے سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا دیئے تو یہ بات چیونٹیوں کے لئے جمع مونث کے صیغے اور ضمیر استعمال کر کے بھی کہلوائی جا سکتی تھی اگر ایسا کیا جاتا تو کسی کو مجال انکار نہ ہوتا کہ متکلم اور مخاطب دونوں بلا شک و شبہ چیونٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کے صیغے اور ضمیر استعمال فرما کر اولی الالباب اور **الذین یعقلون** کو غور و تدبر کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کی دعوت دی ہے۔ کیونکہ نمل چیونٹیوں کو بھی کہا جاتا ہے۔
جناب طالب محسن نے اس ضمن میں عظیم نحوی زمخشری کی تفسیر میں سے ان کی ایک عبارت نقل کی ہے۔ جو یہ ہے:

ولما جعلها قائلة والنمل مقولا لهم کمایکون فی اولی العقل اجری خطابهم مجری خطابهم (کشاف جلد جلد 3 صفحہ 142)

(ترجمہ: اور جب "**نملة**" کو قائل بنا دیا اور "نمل" کو مخاطب' جیسا کہ ذوی العقول میں کہا جاتا ہے' تو غیر ذوی العقول کے خطاب کو ذوی العقول کا خطاب بنا دیا)۔ یہ ترجمہ کر کے جناب طالب محسن تحریر فرماتے ہیں: اس اقتباس سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ یہاں جمع کے صیغے سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ "نمل" کے لئے جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی ہے۔
بالکل یہی عبارت تفسیر مدارک التنزیل و حقائق التاویل میں بھی ہے۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ وہاں اس سے پہلے ہے: **ولم یقل ادخلن لانه** (یعنی اور اللہ تعالیٰ نے "**ادخلن**" نہیں کہا کیونکہ) یہ عبارت اس بات کی غماز ہے کہ چیونٹیوں کے لئے جمع مونث کے صیغے استعمال کئے جانے چاہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کے صیغے استعمال فرمائے۔
اس کی ایک توجیہ تو وہ ہے جو تفسیر خازن نے لکھی ہے' اور جو قارئین اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں' دوسری یہ کہ نمل چیونٹیاں نہیں بلکہ ایک قبیلہ یا قوم ہے' جو حضرت سلیمان علیہ اسلام کے عہد میں ایک وادی میں رہتی تھی اور ان کے نام پر ہی وہ "وادی النمل" کہلاتی تھی۔
جناب طالب محسن نے یہ نہیں بتایا کہ جمع' مذکر کے صیغے کس سیاق و سباق کی مناسبت سے استعمال ہوئے ہیں۔ زمخشری نے نمل کے لئے جمع مذکر کے صیغے کا استعمال دیکھ کر' **مقولا لهم** اور پہلے **خطابهم** میں "**هم**" کی جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی ہے۔
چیونٹیاں حشرات میں شمار ہوتی ہیں۔ پرندوں کے زمرہ میں نہیں آتیں۔ جبکہ حضرت سلیمانؑ کو صرف منطق الطیر کا علم دیئے جانے کا ذکر ہے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ **مراد طائر یطیر بجناحیه** ہے۔ اس سقم کو محسوس کرتے ہوئے تفسیر خازن (اور دیگر تفاسیر) میں بتایا گیا ہے کہ وہ چیونٹی جس نے چیونٹیوں کو

اپنے اپنے گھروں میں چلے جانے کا حکم دیا تھا لنگڑی اور دو پروں والی تھی (**قیل کانت عرجاء وکانت ذات جناحین**) معلوم نہیں راویان کرام کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں۔ یہی نہیں انہوں نے اس مقام کی تفسیر میں ایک پوری طلسم ہو شربا تصنیف کر رکھی ہے، جس کی تفصیل میں جانا باعث طوالت ہو گا۔

جناب طالب محسن نے لکھا ہے:۔

"کسی بھی غیر انسان کی طرف قال فعل کا اسناد بالکل درست ہے۔ عربی ادب کی مشہور کتاب **کلیة و دمنه** جانوروں کے ساتھ قال فعل کے اسناد کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اس کتاب کی کہانیوں کے کردار بالعموم جانور ہیں۔ لیکن قال فعل کے اسناد سے ان کے جانور ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ کوئی اس بنیاد پر انکار کرے تو ہم ہی نہیں ارباب فکر پرویز بھی اس کا مذاق اڑا دیں گے۔ (اشراق: مئی 96ء صفحہ 14)

کلیة و دمنه میں جانوروں کی زبان سے حکمت و دانائی پر مبنی سبق آموز فرضی کہانیاں بیان کی گئی ہیں مگر جانوروں کے لئے جمع مذکر کے بجائے جمع مونث کے صیغے اور ضمیر استعمال کئے گئے ہیں جب کہ قرآن مجید میں النمل کے لئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمیر استعمال کئے گئے ہیں اور یہ بہت بڑا فرق ہے بہر حال کتاب **کلیة و دمنه** سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

زعموا انه كان فى جبل من الجبال شجرة من شجر الدوح فيها وكر الف غراب و عليهن وال من انفسهن وكان عندهنه الشجرة كهف فيه الف بومة و عليهن وال منهن فخرج ملك البوم لبعض غدواته وروحاته و فى نفسه العداوة لملك الغربان و وفى نفس الغربان و ملكها مثل ذلك البوم۔ فاغار ملك للبوم فى اصحابه على الغربان فى اوكارها فقتل وسبى منها خلقا كثيرا وكانت الغارة ليلا" فلما اصبحت الغربان اجتمعت الى ملكها فقلن له : قد عملت ما لقينا الليلة من ملك البوم وما منا الا من اصبح قتيلا اوجريحا او مكسور الجناح او منتوف الريش او مقطوف الذنب و اشد مما اصابنا ضرا" جراتهن علينا وعلمهن بمكاننا وهن عائدات الينا غير منقطعات عنا لعلمهن بمكاننا فانما نحن لك ايها الملك ولك الراى فانظرلنا ولنفسك (كلية و دمنه باب البوم و الغربان صفحہ 255۔256 **دار نشر الكتب الا سلاميه** شارع شیش محل۔ لاہور)

ترجمہ:۔ کہتے ہیں ایک پہاڑ میں ایک بوڑھ کا درخت تھا، جس میں ایک ہزار کوؤں کے آشیانے تھے اور ان پر انہی میں سے ایک حاکم تھا۔ اس درخت کے پاس ایک غار تھا، جس میں ایک ہزار الو رہتے تھے اور ان پر انہی میں سے ایک حاکم تھا۔ الوؤں کا بادشاہ سیر کے لئے نکلا۔ اس کے دل میں کوؤں کے بادشاہ کے لئے دشمنی تھی۔ کوؤں اور ان کے بادشاہ کے دل میں بھی ایسی ہی عداوت الوؤں کے لئے تھی۔ الوؤں کے بادشاہ نے

اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوؤں پر ان کے آشیانوں میں چھاپہ مارا اور بہت سے کوے قتل کئے اور قیدی بنا لئے۔ یہ اچانک حملہ رات کے وقت کیا گیا تھا صبح ہوئی تو کوے اپنے بادشاہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور اس سے کہا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہو چکا ہو گا کہ رات ہمیں الوؤں کے بادشاہ کی طرف سے کیا گزند پہنچی۔ ہم میں سے کوئی قتل ہوا کوئی زخمی کسی کے پر توڑ ڈالے گئے یا نوچ لئے گئے کسی کی دم کھینچی گئی۔ ہمیں سب سے بڑا نقصان اس بات سے پہنچا کہ الوؤں کو ہمارے خلاف جسارت ہوئی اور انہیں ہماری قیام گاہ کا پتہ چل گیا اور ہماری قیام گاہ سے واقفیت کی بنا پر وہ آئندہ بھی اسی طرح آتے رہیں گے۔ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے تابعدار ہیں۔ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ ہمارا اور اپنی جان کا خیال کریں۔

مندرجہ بالا اقتباس سے قارئین نے جان لیا ہو گا کہ کوؤں اور الوؤں کے لئے کہیں بھی جمع مذکر کی ضمیر یا صیغہ استعمال نہیں ہوا۔

باری تعالیٰ کی طرف سے نمل کے لئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمیر کا استعمال عربی زبان کے قواعد سے ہٹ کر تھا' اس لئے اللہ کے بندوں نے اس میدان میں داد تحقیق دی۔ جن میں سے ایک مرحوم و مغفور علامہ عنائت اللہ اثری وزیر آبادی مدرس مدرسۃ الحدیث گجرات (پنجاب) ہیں۔ جناب طالب محسن بھی استاد کلیۃ حدیث ہیں۔

اثری مرحوم اپنی کتاب البیان المختار کے صفحہ 254 پر رقم طراز ہیں: اور (حضرت سلیمان اپنے لشکر سمیت) تیار ہو کر اللہ پاک کے بتائے ہوئے علاقہ وادی النمل کی طرف روانہ ہوئے اور منزل منزل ٹھہرتے ہوئے وہاں پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا اور خط بھیج کر وہاں کی رانی کو احکام الٰہی سے آگاہ فرمایا جس پر اس رانی نے اپنے ارکان دولت کے مشورہ سے اپنی رعایا کو حکم دیا کہ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو کر دروازے بند کر دیں تاکہ سلیمانؑ کو معلوم ہو جائے کہ ہم ان کے ساتھ جنگ کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ اس میں طرفین کا نقصان ہے کشت و خون اور ملک کی تباہی ہے۔ ورنہ اگر مقابلہ ہوا تو اس کا لشکر بڑا جرار ہے۔ اسے اس علم و امتیاز کی کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری طاقت کتنی ہے اور تم میں بڑا کون ہے اور چھوٹا کون ہے وہ ہم سب کو کچل دے گا۔ پھر یہی مضمون اس نے بمعہ اپنے یہاں کے کھجور کے پیڑوں کے نچوڑ اور رس جو کہ گڑ کی طرح منجمند ہوتا ہے' اور ایک خاص قسم کے عمدہ بیروں کے اپنے کسی قاصد کے ذریعے زبانی یا تحریری سلیمانؑ کی طرف بھی روانہ کر دیا جسے پڑھ سن کر آپ مسکرائے اور بہت خوش ہوئے اور سوغات و تحفہ کو قبول فرمایا۔

کتاب مذکور کے صفحہ 252 پر حاشیہ میں لکھا ہے: "سلیمان" کا یہ سفر تین صورتوں سے خالی نہیں' جن میں سے اول الذکر دو غلط اور تیسری صورت ٹھیک ہے۔ اگر آپ بمعہ لشکر تیار ہو کر محض چیونٹیوں کی زیارت کے لئے گئے تھے تو یہ شان نبوت اور مملکت کے خلاف ہے اور اگر یہ کام ضمنی ہے اور اصل مقصد کسی قوم پر چڑھائی ہے تو پھر یہ قرآن شریف کی شان کے خلاف ہے کہ اس نے اصل مقصد کا ذکر تک نہیں کیا اور ضمنی باتوں کا مفصل طور پر بیان کر دیا اور اگر اسی قوم پر چڑھائی اصل مطلوب ہے جس کا ذکر ہے تو پھر معلوم ہوا کہ یہ عرفی چیونٹیاں نہیں بلکہ ایک حربی قوم ہے جو کہ مطیع ہوئی' جیسے میرے ترجمے سے صاف ظاہر ہے۔ علاوہ اس کے چیونٹیوں کے بل تو وہاں پر بھی موجود تھے' جہاں سے آپ روانہ ہوئے اور راستہ میں بھی جا بجا موجود تھے

اور سب جگہ ہوتے ہیں۔ مگر وادی النمل کتب تفاسیر ولغت کی رو سے ایک مقرر اور مشہور جگہ کا نام ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی دانشمند قوم ہے' چیونٹیاں نہیں' جن کی کوئی آواز ہی نہیں۔ اگر ہے بھی تو کان لگا کر بھی مسموع نہیں۔ پھر ایک چیونٹی کی آواز کو سلیمانؑ و نیز سب چیونٹیوں نے اپنی اپنی جگہ پر سن لیا کوئی قرین قیاس بات نہیں علاوہ ازیں ابو داؤد میں ہے کہ **ورای قریة نمل قد حرقناها قال من حرق هذه ؟ فقلنا نحن قال انه لا ینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار** صحابہ کرامؓ نے نمل کے گاؤں میں آگ لگا دی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے غلط کیا ہے۔ جنگی مقابلہ میں حربی دشمنوں کے قتل کی اجازت ہے۔ آگ سے جلانا ٹھیک نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس بستی میں نمل قوم کے لوگ آباد تھے۔ ورنہ عرفی چیونٹیوں کو خدا کے ناری یا غیر ناری عذاب سے کیا مطلب ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ 254 پر حاشیہ میں ہے: "قاموس میں ہے کہ **والابرقة (ماء) من میاه نمله** (نملہ کے پانیوں میں سے ایک پانی کا نام ابرقہ ہے اور قاموس میں ہے کہ مدینہ کے قریب بھی ایک پانی ہے' جس کا نام "نملی" ہے اور مازن عرب میں ایک شخص کے نام پر ایک قوم آباد ہے۔ حالانکہ اس کے معنی جیسا کہ قاموس میں ہے **والمازن کصاحب بیض النمل** چیونٹیوں کے انڈوں کے ہیں۔"

جناب طالب محسن اشراق مئی 96 کے صفحہ 20 پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ارباب فکر پرویز اگر تامل سے کام لیتے تو انہیں قرآن مجید ہی میں "جمع مکسر غیر ذوی العقول کے ساتھ مذکر کے صیغے کی مثال مل جاتی اور وہ غیر ذوی العقول سے متعلق قاعدے کی مثال دینے کی زحمت سے بچ جاتے مثلاً" سورہ اسرا میں: **تسبح له السموٰت السبع و الارض و من فیهن وان من شی ء الا یسبح بحمده ولکن لاتفقهون تسبیحهم** (1) اس آیت کا آغاز واحد مونث کے صیغے سے ہوا ہے اور آیت کے آخر میں جمع مذکر کی ضمیر "هم" استعمال کی گئی ہے۔ اسی طرح سورہ انبیاء میں حضرت ابراہیم کا ارشاد نقل ہوا ہے: **اذقال لا بیه وقومه ما هذه التماثیل التی انتم لها عاکفون** (2) اس میں مونث اسم اشارہ اور مونث ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ لیکن آگے چل کر جہاں حضرت ابراہیم کا ان کو توڑنے کا ذکر ہوا ہے **تا الله لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین فجعلهم جذذا الا کبیرا لهم** (3) اس میں انہی تماثیل و اصنام کے لئے جمع مذکر کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ واقعہ آگے بڑھتا ہے اور حضرت ابراہیم کے معارضے کے جواب میں ان کے مخاطب کہتے ہیں: **لقد علمت ماهولاء ینطقون** (4) اس ٹکڑے میں انہی کے لئے فعل کا جمع مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

جناب طالب محسن کے مندرجہ بالا استدلال پر گفتگو سے قبل انہوں نے اوپر جن نمبروں سے آیات کا ترجمہ حاشیہ میں دیا ہے وہ نیچے ملاحظہ ہو:

(1) 17/44 زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہے وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں کوئی شے نہیں جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔

(2) 21/52 جب اس نے اپنے باپ سے کہا یہ کیا مورتیاں ہیں جن کے تم گرویدہ ہو۔

(3) 21/57-58 خدا کی قسم جب تم یہاں سے رخصت ہو کر لوٹو گے تو میں تمہارے ان بتوں کے ساتھ

ایک تدبیر کروں گا۔

(4) 21/65 تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے ہیں۔

جناب طالب محسن نے پہلی آیت 17/44 میں **ومن فیھن** کا ترجمہ " اور ان میں جو کچھ ہے " کیا ہے جو قطعاً" غلط ہے۔ اگر تسامح نہیں تو شدید قسم کی مغالطہ آفرینی کی ناپسندیدہ کوشش ہے۔ اس ٹکڑے کا صحیح ترجمہ اور ان میں جو لوگ ہیں ہی تفسیر خازن کے مطابق یہ لوگ **ملائکہ**' انس اور جن ہیں اور آیت کے آخر میں اسی " من " کی وجہ سے **تبسیحھم** کہا گیا ہے' جس میں تغلیبا" سات آسمانوں اور زمین میں رہنے والوں کے علاوہ خود آسمان اور زمین بھی شامل ہیں۔

جہاں تک دوسری آیت یعنی 21/52 کا تعلق تو اس میں بھی طالب صاحب نے وقومہ کا ترجمہ نہیں کیا۔ اسے سہو پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اگلی آیت 21/52 میں حضرت ابراہیمؑ کے والد اور قوم کی طرف سے جواب دیا گیا ہے قالوا وجدنا ء اباء نا لھا عبدین ○ ترجمہ: ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا" اس کی تشریح کے طور پر تفسیر خازن میں ہے: **فاقتد ینا بھم** (چنانچہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل پڑے) گویا انہوں نے کہا کہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں ہم نے بھی ان مورتیوں کو معبود بنا لیا۔ **لھذا لاکیدن اصنامکم** کا مطلب ہے **لا کیدن اصنامکم التی اتخذ تموھا الھۃ** (میں تمہارے ان بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کروں گا (جنہیں تم نے معبود بنا رکھا ہے) اس وجہ سے **فجعلھم** میں "ھم " کی ضمیر جمع مذکر لائی گئی جو **الھۃ** کی طرف لوٹتی ہے جو اصنام میں متمثل تھے۔

اس کے بعد جناب طالب محسن کچھ آیات چھوڑ گئے کیونکہ ان سے ان کے دعویٰ کا ابطال ہوتا تھا وہ آیات مع ترجمہ ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

قالوا من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظالمین ○ قالوا سمعنا فتی ینکر ھم یقال لہ ابراھیم ○ قالو فاتوابہ علی اعین الناس لعلھم یشھدون ○ قالوا ء انت فعلت ھذا بالتھنا یا ابراھیم ○ 21/59-62 کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے۔ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔ (لوگوں نے) کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا۔ اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے سے لاؤ تاکہ وہ گواہی دیں۔ (انہوں نے) کہا: اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ ان آیات سے واضح ہے کہ وہ اپنے بتوں کے بجائے اپنے معبودوں کی بات کر رہے تھے۔ اس لئے **ما ھولاء ینطقون** میں **ھؤلا ء** کا اسم اشارہ **ینطقون** کا جمع مذکر کا صیغہ ان لوگوں کے معبودوں کے لئے استعمال ہوا ہے اس کی مزید تائید آیات 37/91-93 سے ہوتی ہے' جہاں ارشاد ہے: **فراغ الی الھتھم فقال الا تاکلون ○ مالکم لاتنطقون ○ فراغ علیھم ضربا بالیمین ○** (سو وہ ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کیا تم کھاتے نہیں۔ تمہیں کیا ہوا تم بولتے نہیں۔ پھر ان کو زور سے مارنے کی طرف متوجہ ہوا)

جناب طالب محسن نے اشراق: اکتوبر 97 کے شمارہ میں صفحہ 39 پر لکھا ہے: "ہمارے نزدیک اصحاب پرویز کی غلطی ہی یہ ہے کہ وہ اصل میں قرآن مجید کے الفاظ کی حاکمیت نہیں مانتے اور ہم انہیں اسی وجہ سے قرآن کے

آگے سر تسلیم خم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس جرم کا ارتکاب اگر کسی اور سے بھی ہو تو وہ بھی اس دعوت کا مستحق ہے۔ خواہ وہ ہمارا ممدوح بزرگ ہی کیوں نہ ہو۔ اشراق کے فائل ہماری اس روش پر گواہ ہیں۔ مولانا مودودی ہوں یا مولانا اصلاحی یا گزرے زمانوں کا کوئی بڑا امام' اگر ہم نے اس کی کسی بات کو خلاف قرآن پایا ہے یا ہم نے محسوس کیا ہے کہ وہ الفاظ قرآنی کو کھینچ تان کر اپنی کسی رائے کے حق میں پیش کر رہا ہے تو ہم نے اس سے بھی یہی گزارش کی ہے وہ قرآن مجید کی حاکمیت کو بے چون وچرا مان لے۔

یقیناً" قرآن مجید کی حاکمیت تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن جناب طالب محسن ایک مدرسہ فکر کے نمائندہ ہیں اور اس کے فکر کو ہی صحیح قرار دیتے ہیں اگر ان کے مکتب فکر کے کسی عقیدہ یا فکر کے خلاف کوئی تحقیق منظر عام پر آتی ہے' تو خواہ وہ سنت اللہ کے عین مطابق ہو اور بنابریں قرآن کی عظمت کی مظہر' یہ مکتب فکر اس کے خلاف محاذ قائم کر لیتا ہے۔ کیا نمل کے لئے جمع مذکر کے صیغے اور ضمیر کے استعمال کی حاکمیت تسلیم کرنا اس لئے غلط ہے کہ ڈکشنری میں اس کا معنی "چیونٹیاں" لکھا ہوا ہے۔؟ فلہذا چیونٹیوں کے معنی میں لینا قرآن حکیم کے الفاظ کی حاکمیت تسلیم کرنا ہے؟ کیا "**من فیھن**" کا ترجمہ اور ان میں جو کچھ ہے' کرنا بھی قرآن کے الفاظ کی حاکمیت تسلیم کرنا اس لئے ہوگا کہ یہ ترجمہ جناب طالب محسن کا ہے؟ اور غیر ذوی العقول کے لئے جمع مذکر کے صیغے یا ضمیر کا قرآن میں استعمال ثابت کرنے کے لئے آیات کی آیات نظرانداز کر دینا بھی قرآن کے الفاظ کی حاکمیت تسلیم کرنے کے مترادف ہے؟

قرآن مجید میں قانون الٰہی: **لا تبدیل لخلق اللہ** مذکور ہے۔ کیا اس کی حاکمیت تسلیم کرنا بھی ضروری نہیں؟

جناب طالب کے مقالہ سے مذکورہ بالا اقتباس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اکلوتے ماہر قرآنیات ہیں۔ اور فہم' میں غلطی سے مبرا ہیں۔

فھل ھناک من لا یخطی من البشر ؟

اشتہارات کے نرخ یہ ہیں

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
پشت پر	=/800 روپے	=/6000 روپے
اندرونی صفحات	=/600 روپے	=/5000 روپے
اندرونی صفحات		
پورا صفحہ	=/500 روپے	=/4000 روپے
نصف صفحہ	=/300 روپے	=/2000 روپے
چوتھائی صفحہ	=/150 روپے	

مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے اجرت اشتہار مسودہ کے ساتھ پیشگی ہونی چاہئے۔

سرکولیشن مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزالہ عاشق

ایک خط ایک تاثر

السلام و علیکم

آپ کا خط ملا جس میں آپ نے مجھے (غزالہ) کو اپنے مفید اور حوصلہ افزا مشوروں سے نوازا ہے۔ اس کے لئے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ آپ نے کہا ہے کہ مجھے قرآن پاک کو سمجھنے میں اگر کوئی مشکل پیش آئے تو میں آپ سے مشورہ کر سکتی ہوں۔ فی الحال طلوع اسلام کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں اس لئے طلوع اسلام کے لئے ابھی کوئی مضمون نہیں لکھ سکتی۔ پرویز صاحب کی ایک کتاب " اسباب زوال امت " کا مطالعہ کیا ہے۔ جس حد تک ذہن میں چیزیں واضح ہوئی ہیں انہیں لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اگر کہیں کوئی اصلاح کی ضرورت ہو تو برائے مہربانی اصلاح کر دیجئے گا۔

پرویز صاحب نے نہایت سلیقے اور سنجیدگی سے مذہب اور دین کے فرق کو واضح کیا ہے۔ اس سے دین کی شکل بہت مثبت انداز سے نکھر کر سامنے آئی ہے۔ دین کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ جب اس کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی تو اس میں ایک لفظ " سامان زیست " پر نظر پڑی۔ " سامان زیست" کے لفظی معنوں سے آگاہ ہوں لیکن لفظ " سامان زیست " میں جو گہرائی ہے اس کو قرآنی نقطہ نظر سے سمجھنا چاہتی ہوں۔ اس کی وضاحت کر دیں۔

خدا نے کہا ہے پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے ہم نے تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ ایک غلط فہمی مذہب سے پیدا کردہ دور ہوئی کہ خدا کے اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ اس میں اللہ کی ذات نے صرف مسلمانوں کو مخاطب نہیں کیا۔ بلکہ تمام انسانوں کو آگاہ کیا اور کھلا پیغام دیا۔ مذہب کا فرق واضح ہوا کہ اس کے نزدیک یہ صرف مخصوص طبقے اور مخصوص قوم کے لئے بنایا گیا ہے۔

دوسرا تصور دنیا اور آخرت کے بارے میں واضح ہوا کہ دنیا اور آخرت سے کیا مراد ہے۔ اگر قرآن پاک میں صرف دنیا کا تصور ہوتا اور آخرت کا ذکر نہ ہوتا تو لوگوں کی کوششیں صرف اپنی ذات تک محدود رہتیں۔ مگر دنیا کے ساتھ آخرت کے تصور نے پوری انسانیت کی فلاح تک پہنچایا۔

پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا مقصد اپنے جسم کی پرورش اور ذات کی نشوونما ہے۔ جسمانی پرورش کے لئے خوراک اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ذات کی نشو و نما کے لئے وحی کی'

مستقل اقدار کی۔ میری ایک سہیلی ہے جس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ اپنے اچھے مستقبل کے لئے کوئی کام کرے۔ مگر اس کی ماں بیمار ہے جس کی اسے زیادہ ضرورت ہے لہٰذا وہ اپنے اچھے مستقبل پر اپنی ماں کی خدمت کو ترجیح دیتی ہے۔ تو کیا اس سے اس کی ذات کی نشو و نما ہو گی؟

چند مزید سوالات ہیں۔

1۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آخرت کے تصور کے احساس سے تقویٰ کی ابتدا ہوتی ہے؟

2۔ دین کا ایک مقصد انسانیت کو ایسا نظام دینا ہے جس کی روشنی میں وہ نہ صرف اپنی دنیاوی ضروریات کو پورا کر سکے۔ بلکہ دوسری طرف اپنی ذات کی بھی تکمیل کر سکے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا مقصد Welfare کی نسبت Develpment ہے۔ کیا یہ درست ہے۔

اجازت چاہتی ہوں قرآن پاک کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ سے پڑھنے کے علاوہ غور و فکر سے بھی کام لوں گی۔ اصلاح فرما کر شکریہ کا موقع دیجئے گا۔ دعا گو

غزالہ عاشق

قارئین طلوع اسلام اس ہونہار بیٹی کے استفسارات کا جواب دینا چاہیں تو ادارہ کی معرفت لکھیں۔
مدیر مسئول

۲۵ سالہ تجربہ کار

پیپلز کلیرنگ ایجنسی

کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ
کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے
ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔
ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور، رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی
فون: ۲۴۲۶۱۲۸ ۔ ۲۴۳۱۰۴۵ ۔ ۲۴۲۷۵۴۷
فیکس نمبر: ۲۴۱۹۷۸۲
ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئین ربوبیت

کھول کر آنکھ کو قران کے اوراق کو پڑھ
عقل کے نور سے فرقان کے اوراق کو پڑھ

آئتیں کس کو سناتی ہیں بقا کے قصے
کس کی چاہت کے، عقیدت کے، وفا کے قصے

اپنے اندر وہ شجاعت وہ لیاقت لے آ
زندگانی میں وہ پہلی سی صداقت لے آ

سوچ کس قوم نے کیا جرم کیا تھا پہلے
اس کو اللہ سے کیا بدلہ ملا تھا پہلے

سود پر چلتے ہیں اب سارے ادارے تیرے
کفر سے ملتے ہیں سب گھاٹ کنارے تیرے

دیکھ ہر شکل کو قرآن کے آئینے میں
جانچ خود عقل کو قرآن کے آئینے میں

تو مسلماں ہے تو قرآن سے آئین بنا
اپنے ماحول سے طاغوت کی ہر رسم مٹا

تو یہودی کی مدارت کے چنگل سے نکل
دوستی اور ملاقات کے چنگل سے نکل

کفر کی رسم و روایات کے چنگل سے نکل
مغربیت کی خرافات کے چنگل سے نکل

تیرے مسلک میں نہیں، کفر ہیں میلے ٹھیلے
دین کچھ کھیل نہیں ہے جسے بچہ کھیلے

فرقہ بندی تیرے ایمان کو کھا جائے گی
شرک ہے شرک یہ ایقان کو کھا جائے گی

طوق گردن سے غلامی کا اتار اے مومن
خود کو اسطرح سے بے موت نہ مار اے مومن

دین کو دین سمجھ اور اسے برپا کر دے
اپنے قرآن کے ہر باب کو سچا کر دے

روشنی لینی ہے تو نے تو وہ قرآن سے لے
ہے مدد کی جو ضرورت تو وہ رحمان سے لے

گردنیں سارے غلاموں کی غلامی سے چھڑا
اپنے اندر سے ہر اک رنگ کی تفریق مٹا

مرکزیت کے لئے دین کی تنظیم سمجھ
اور قرآن کی تعلیم کو تعلیم سمجھ

ورنہ قرآن کی جنت نہ ملے گی تجھ کو
زندگی میں کوئی راحت نہ ملے گی تجھ کو

منفعت تیری ہے آئین ربوبیت میں
عافیت تیری ہے آئین ربوبیت میں

پروفیسر نجمی صدیقی

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعدیہ ظفر

کہانی ---- بچوں کے لئے

آؤ بچو! کہانی سنتے ہیں۔

کہتے ہیں ایران میں کسی بادشاہ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ تخت کا وارث تلاش کرنے کے لئے بادشاہ نے سارے شہر کے بچے بلوا کر ان سے کہا کہ میں تم سب کا امتحان لوں گا۔ جو بچہ کامیاب ہو گا اسے تخت کا وارث بنا دیا جائے گا۔ امتحان لینے کے لئے اس نے ہر بچے کو ایک بیج اور مٹی کا ایک گملا دیا اور کہا کہ بیج کو گملے میں بو دو اور ایک ماہ بعد میرے پاس آؤ۔ جس بچے کا پودا سب سے خوبصورت ہو گا وہ کامیاب سمجھا جائے گا۔

ایک ماہ بعد مقررہ تاریخ پر بچے محل میں آئے تو ہر بچے کے گملے میں ایک صحت مند پودا تھا۔ ہر ایک کو گمان تھا کہ کامیاب وہی ہو گا۔ ان بچوں میں سب سے پیچھے ایک ایسا بچہ بھی کھڑا تھا جس کے گملے میں مٹی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑی تو اسے پاس بلایا اور وزیر سے کہا کہ معلوم کرو اس بچے کے گملے میں پودا کیوں نہیں اگا۔ بچے نے بلا جھجک بتا دیا کہ بیج اس نے بالکل اسی طرح کاشت کیا تھا جس طرح دوسرے بچوں نے کاشت کیا۔ گملے کی حفاظت خود کی اور پانی بھی دیتا رہا لیکن پتا نہیں میرے گملے میں کوئی پودا کیوں نہیں اگا۔ بچے کی بات سن کر بادشاہ خوش ہوا اور بچے کو گود میں اٹھا کر اعلان کر دیا کہ یہ بچہ میرے بعد اس ملک کا بادشاہ ہو گا۔ حاضرین نے پوچھا کہ بادشاہ سلامت! اس بچے میں آپ کو کیا خوبی نظر آئی کہ آپ نے اس کو تخت کا وارث بنا دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ واحد بچہ ہے جس نے سچ بولا ہے۔ باقی سب بچے جھوٹے ہیں کیونکہ جو بیج میں نے سب بچوں میں تقسیم کیا تھا وہ بیج تھا ہی نہیں۔ وہ پتھر کا ایک ٹکڑا تھا جس سے کوئی پودا اگ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس بچے کے علاوہ سب بچوں نے مجھے دھوکا دینے کے لئے دوسرے بیجوں سے پودے اگائے ہیں۔ لہٰذا اس امتحان میں سب کے سب فیل ہیں۔

دیکھا بچو آپ نے سچ بولنے اور حق پر قائم رہنے کا کتنا فائدہ ہوا۔ اللہ نے کہا ہے کہ سچ جھوٹ کے ساتھ کبھی خلط ملط نہ کرو اور نہ ہی حق بات کو چھپاؤ۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 42 قرآن کریم سے نکال کر خود پڑھیں اور بڑوں سے اس کے معنی معلوم کریں۔ اگلی کہانی اگلے ماہ۔

آپ کی باجی سعدیہ

***

DAMP - DECAY - MOISTURE ???

NO WORRY

WE PROTECT YOUR HOUSE

AGAINST

DAMP-DECAY-MOISTURE-LEAKGE

AND

MEND, FILL, SEAL AND REPAIR

THE CRACKS, FISSURES, RAIFTS, GAPS AND

EXPANSION JOINTS TO ASTM STANDARDS

PLEASE CALL US TO DEMONSTRATE

HOW WE DO IT

SAFTY SEALERS(Pvt) LTD

GALAXY SHOPPING CENTRE
115 FEROZEPUR ROAD
LAHORE
Phone 7573615 -417254

ALLAMA IQBAL ROAD
KARACHI
Phone 4557176

FOUNDED IN 1938 AT THE BEHEST OF
ALLAMA IQBAL ® AND QUAID-E-AZAM ®

MONTHLY LAHORE
Tolu-e-Islam
VOL. 51
NO. 01

REGD.L.NO. CPL-22

AMBER—The most versatile range of single and three phase capacitors in world class quality—quality that combines Italian and Japanese technology—technology that takes the form of strict QC and performance testing at every stage of production. Manufactured to international standards and specifications.

Our range of products include:
- Motor Start-Run Capacitors
- Fluorescent Lamp Capacitors
- Power Factor Improvement Capacitors

AMBER® CAPACITORS The national name for international quality.

We also manufacture to your specifications.

AMBER CAPACITORS LIMITED

Climax House, 16-Link McLeod Road, P.O. Box 468, Lahore-Pakistan
Phone: +92 42 722 5865 & 722 6975 Fax: +92 42 723 2807 & 586 6617 Tlx: 44335 AMBER PK